X ۲۲۳۶ ۳۰۸۷

سفر نامہ

قسطنطنیہ عراق و ایران

ترجمہ

سید حسن عسکری

حق طبع محفوظ ہے

خریداره وقف منصبیه میرٹھ

نعمت ۸ر بدرجه رسید ۱۹۲ جلد

زمانه نوبت عالی جناب خان بهادر مولوی سید محمد حسین صاحب

مشوق زیدی متولی وقف منصبیه میرٹھ دام اقباله

محمد علی حسینی خان بسمل محرر کتب خانه

17/1
26

کتب خانه وقف منصبیه میرٹھ

آقای رضا خان جدید فرمانروای ایران

سفرنامہ

قسطنطنیہ عراق و ایران

مرتبہ

سید حسن عسکری "ڈپٹی کلکٹر"

سابق ترجمان قنصل خانہ بغداد و ممبر ملٹیری مشن ٹو پرشیا مشہد

باہتمام سید احمد حسین۔ بی۔ اے پروپرائٹر

تعلیمی پریس لکھنؤ میں چھپا

دیباچہ

عرب کا قول ہے "دُر مع الدھر کیف مادار" یعنی جسطرف زمانہ پھرے اُسکے ساتھ پھر جا، ایک شاعر نے بھی کہا ہے :-

"زمانہ باتو نہ سازد تو باز مانہ بساز"

یہ ظاہر ہے کہ زمانہ مین ہمیشہ انقلاب رہا ہے اور قیامت تک رہے گا، تاریخ کے پڑھنے اور ہر روز کے تجربہ سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان کے خیالات مذہب رسوم وعادات مین بھی مقتضاے وقت کے موافق انقلاب ہوا کیا ہی البتہ ہر ملک اور ہر قوم مین ہمیشہ ایسے لوگ ہوئے ہین جنھون نے زمانہ کے ساتھ چلنا اختیار نہین کیا لیکن متاسفانہ ہندوستان کے مسلمانون مین اس قسم کے اشخاص اب تک کثرت پائے جاتے ہین اور اُنکی خام خیالی اوہام پرستی تقلید [illegible] دُنیا کے

تمام مسلمانون مین ہندوستان کے مسلمان زیادہ ذلیل وحقیر خیال کیے جاتے
ہین حتیٰ کہ اہل عراق تک اُنکو ہندی بطّال کے لقب سے یاد کرتے ہین اور ایران
مین لفظ ہندی اُسی مفہوم مین استعمال کیا جاتا ہے جس معنی مین لفظ Native
(نیٹیو) اکثر ہندوستان کے انگریز استعمال کرتے ہین۔ اسلامبول مین ہندوستانی
مسلمان بہت ہی حقارت کی نظر سے دیکھے جاتے ہین اور بہت سے تُرک
اُن سے ملنا یا معاشرت کرنا پسند نہین کرتے اگرچہ بہت سے سیاسی اسباب
کی وجہ سے ہندوستان کے مسلمان اور مسلمانون کی نگاہ مین وقعت نہ رکھتے ہون
لیکن اصلی سبب اُنکی جہالت اور قدامت پرستی ہے۔ قدیم عادات ورسوم کو
اگرچہ کیسی ہی مضر و بیہودہ ہون یہ اُن کو ترک نہین کرتے۔ لوازم زندگانی،
آداب معاشرت لباس و خوراک وغیرہ وہی قائم رکھنا چاہتے ہین جو ہندوستان
مین صدیون سے ہین ہر امر اور ہر فعل کو اِسلام بیچارے کی طرف منسوب
کرتے ہین خواہ اُسے اِسلام سے تعلق ہو یا نہ ہو۔ ہندوستان کے تمام مسلمان
یہان تک کہ علما بھی یورپ کا بنا ہوا کپڑا استعمال کرتے ہین کیونکہ وہ سستا
اور عمدہ ہوتا ہے۔ لیکن انگریزی قطع کا بنا ہوا لباس مثلاً کوٹ پتلون بُرا
سمجھا جاتا ہے حالانکہ مین نے خود بہت سے مصری ترکی و ایرانی علماء کو

پتلون پہنے ہوئے دیکھا ہے۔ مشہد مقدس مین مسجد گوہر شاد کے متولی اور
امام جماعت کو مین نے ہمیشہ عمامہ وقبا کے ساتھ پتلون پہنے ہوے دیکھا'
میز پر چھری کانٹے کے ساتھ کھانا مذموم بلکہ شائد حرام خیال کیا جاتا ہے
اور ہاتھ سے کھانا سنت قرار دیا جاتا ہے لیکن جَو کے بغیر چھنے آٹے کی رُوٹی
نمک یا سرکہ یا چھوارہ کے ساتھ کھانا سنت نہین سمجھا جاتا۔ تعجب ہے کہ قورمہ پلاؤ
شامی کباب متنجن۔ مزعفر۔ مرغ مسلم تو جائز بلکہ واجب موکدہ لیکن میز پر چھری
کانٹے سے اُبلا ہوا گوشت اُبلی ہوئی ترکاری بدنما ڈبل روٹی کھانا ناجائز
بلکہ حرام مؤبد ہو۔ اسی سے صاف ظاہر ہے کہ ہندوستان کے مسلمانون مین
ظاہر پرستی بہت ہی زیادہ اور حقیقت شناسی بہت ہی کم ہے اور یہ فقط
جہالت، اخلاق کی کمزوری اور اوہام پرستی کی علامت ہے۔ میرا مقصود یہ ہرگز
نہین ہے کہ ہر شخص کو کوٹ پتلون ہی پہننا یا میز ہی پر چھری کانٹے سے
کھانا چاہیئے لیکن اگر کوئی شخص ایسا کرنا چاہے تو اُسکے فعل کو خلاف ادب
نہ قرار دینا چاہیئے۔ ہندوستان کے مسلمانون مین یہ تنگ خیالی وظاہر پرستی
زیادہ تر ہندوؤن کی معاشرت وعورتون کی جہالت سے پیدا ہوگئی ہے
عورتون مین یہ ناقابل علاج جہالت اسوجہ سے ہے کہ اُن کی نانیان،

دادیان، اصلاً ہندو تھین جنکو اُن کے اجداد نے جب ہندوستان مین آئے تھے مسلمان کرکے اُن کے ساتھ عقد کرلیا تھا، وہ مسلمان تو ہوگئی تھین لیکن اُن کے خیالات، عادات، رسوم و آداب وہی رہے جو ہندؤن کے تھے۔ چنانچہ وہی قدیم خیالات و مراسم اب بھی باقی ہین اور بچے لڑکپن سے اُنھین کو سیکھ لیتے ہین۔ اِسلئے مسلمانون کو اپنی عادتون کی اصلاح اور اخلاق کی تہذیب اور آداب معاشرت کی ترقی کیلئے دو باتین لازم ہین اوّلاً نوجوان تعلیم یافتہ مسلمانون کو چاہیئے کہ ممالک اسلامیہ کی سیاحت کرین اور دوسرا امر جو اُس سے بھی زیادہ ضروری ہے یہ ہے کہ عورتون کی تعلیم و تربیت مین پوری کوشش کرین۔

جو نوجوان حضرات ممالک اسلامیہ کا سفر اختیار کرین اگر وہ ناکتخدا ہون تو اُن کو چاہیئے کہ کسی اسلامی ملک کی تعلیم یافتہ عورت سے نکاح کرکے اپنے ہمراہ ہندوستان لائین تاکہ اُن کے امور خانہ داری مین اصلاح و ترقی ہو اور بچون کی تعلیم و تربیت عمدہ طرح سے ہوسکے۔ اس سفر مین مجھکو یہ بھی معلوم ہوا کہ اب اُن ملکون کی عورتین ہندوستان کے تعلیم یافتہ مسلمانون کے ساتھ نکاح کرنے سے اسقدر پرہیز نہین کرتین جیسا پہلے کیا کرتی تھین۔ البتہ

یہ وہی شخص کرسکتا ہے جو اُن کے لئے گرمیون مین راحت کا سامان مہیا کرسکے
اور گردش وتفریح کے لئے گاڑی یا موٹر رکھ سکے۔ وہان کی عورتین یہان کی
عورتون کی طرح مکان کی چار دیواری مین قیدیون کی طرح زندگی نہین بسر
کرسکین گی اور نہ اُن کی صحت کیلئے ایسا طریقہ زندگانی مفید ہوگا۔ اگر کوئی
شخص اُن کو گرمیون مین پہاڑ پر بھیجنا چاہے تو بآسانی کرسکے گا۔ کیونکہ وہ
زنانے بورڈنگ ہوس یا ہوٹل مین بغیر کسی زحمت کے تنہا قیام کرلین گی۔

اس مقام پر یہ بھی ذکر کردینا غیر مناسب نہین ہے کہ حتی الامکان ہر ملازم گورنمنٹ
بعد پنشن لینے کے کسی اسلامی ملک میں جاکر قیام اختیار کرے۔ ہر مسلمان خصوصاً شریف
طبقون کے مسلمانون کو ہمیشہ یہ خیال رکھنا چاہیے کہ ہندوستان انکا آبائی وطن نہین ہے اور انکے
اجداد عموماً دوسرے ملکون سے ہندوستان آکر آباد ہوگئے تھے اسلئے جب وہ تحصیل معاش سے دست کشی
اختیار کریں تو انکو چاہیے کہ اپنے اصلی وطن کو واپس جائین جس طرح انگریز بعد پنشن لینے کے انگلستان
چلے جاتے ہین جن لوگون نے ایسا کیا ہے مثلاً سید امیر علی صاحب نے انگلستان مین اور بعض
نوابون نے عراق مین اور ایک خاندان نے طہران مین قیام اختیار کرلیا ہے وہ لوگ انکے
اصلی باشندون کی طرح نہایت ہی اچھی صحت و آرام و راحت کے ساتھ زندگی بسر کرتے ہین
نادرشاہ نے اپنے سپاہیون کو وصیت کی تھی کہ ہندوستان مین کبھی قیام نہ کرنا ورنہ تم لوگ بھی

مثل ہندوستانیون کے سست آرام طلب کمزور و بزدل ہو جاؤگے افسوس ہے
کہ مسلمانون نے اُسپر عمل نہین کیا لیکن انگریز نادرشاہ کی وصیت کے مطابق
چل رہے ہین - جن پارسیون نے ہندوستان مین قیام اختیار کرلیا ہے وہ
بہ نسبت ایران کے باشندون کے بہت ہی کمزور و نحیف الجثہ معلوم ہوتے ہین
لیکن اگر وہ عموماً یورپین طریقہ زندگانی کا اختیار نہ کرتے تو اور بھی بدتر ہو جاتے
چونکہ اُن مسلمانون سے جو خود سن رسیدہ اور جنکے اخلاق بوسیدہ اور
عادات پوسیدہ (پرانے) اور قوائے جسمانی از کار افتادہ ہو گئے ہین کسی اصلاح
و ترقی کی اُمید نہین کی جاسکتی اسلئے میری عرض صرف نوجوان مسلمانون کی
خدمت مین ہے کہ وہ خواب غفلت سے بیدار ہو کر خود کوشش کرین اور
دوسرون کو جگائین - میرے نزدیک بہت ہی مؤثر اور آسان طریقہ اُن کے
بیداری کا یہ ہے کہ جو اُن مین سے صاحب استطاعت ہو اُسکو چاہیئے کہ تعلیم کے
تکمیل کرنے یا کسی ملازمت یا پیشہ اختیار کرنے کے بعد کم سے کم کسی ایک
اسلامی ملک کا سفر اختیار کرے تاکہ وہان کے مسلمانون کے اخلاق و عادات
و مذہبی اصلاحات کو دیکھکر فائدہ اُٹھائے اور ہندوستان واپس آکر اُن کے

لِیَتَفَقَّهُوا فِی الدِّیْن مین اسی اُمر کی طرف حکیم مطلق نے اشارہ فرمایا ہے۔

مین نے محض اسی غرض سے یہ مختصر سفرنامہ جوانون کے لئے بطور Guide book. یعنی ہدایت نامہ کے لکھا ہے لیکن جو حضرات یہ چاہتے ہین کہ ہندوستان سے باہر قدم نہ اُٹھائین اور محض سفرنامون کو پڑھکر ممالک اسلامیہ کے متعلق اطلاعات حاصل کرین اُن کو اِس سفرنامہ کے پڑھنے سے چندان فائدہ نہوگا کیونکہ اِس مین عمارات و مناظر طبیعی وغیرہ کا مفصل بیان جو کثیر سفرنامون مین ہوا کرتا ہے نہین ہے اور مین نے قصداً اُن کے ذکر کرنیسے احتراز کیا ہے۔

میرے نزدیک یہ بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ کسی اسلامی ملک کے سفر کرنیسے پہلے انگلستان کا سفر کر لینا نہایت ہی مفید ہوگا کیونکہ ہندوستان کے عام مسلمانون کا لباس وطرز معاشرت وغیرہ دوسرے اسلامی ملکون سے اسقدر مختلف ہوگیا ہے کہ اگر ایک ہندوستانی پہلی مرتبہ اُن ملکون مین جائے گا تو اسکو بہت سی مشکلین پیش آئین گی نہ بہ آسانی وہان کے لوگون سے معاشرت کر سکے گا، نہ وہان کی تعلیم یافتہ سوسائٹی مین عزت و احترام کے ساتھ داخل کیا جائے گا لیکن اگر اُسنے انگلستان کا سفر کر کے یورپ کے

عام طرز معاشرت سے واقفیت حاصل کرلی ہے تو اُسکو ایشیا کے کسی ملک میں زیادہ زحمت نہ اُٹھانی پڑے گی۔ کیونکہ ایشیائی ممالک اور مصر اسلامبول میں بجز بعض خصوصیات کے عام طور پر طرز معاشرت مغربی جدید طریقے کا ہوگیا ہے وہان کے عام مسلمانوں اعلےٰ سے ادنیٰ اور عالم سے جاہل تک کم وبیش زمانہ کی رفتار سے واقف ہوگئے ہیں جیساکہ سرسید احمد خاں مرحوم ہندوستان کے زمانۂ جاہلیت میں زمانہ کے رنگ کو پہچان گئے تھے اور اسلئے اسکی رفتار کے ساتھ چلنے پر کاربند ہوئے۔

بعد اس مختصر بیان کے اب چند ضروری امور کا ذکر کرتا ہوں جنکا سفر کرتے وقت لحاظ رکھنا چاہیئے۔

(۱) ہندوستان سے روانہ ہونے سے پہلے پاسپورٹ یعنی پروانہ راہداری حاصل کرلینا چاہیئے اور جن ملکوں کے لئے ویزہ (Visa) یعنی اجازت کی ضرورت ہو اُس ملک کے قونسل کے جو ہندوستان میں ہو دستخط پاسپورٹ پر کرالینا چاہیئے یا پاسپورٹ کو ہر وقت اپنے پاس رکھنا چاہیئے کیونکہ اگر کسی ملک میں ڈاک خانہ یا ٹامس کوک کے دفتر یا بنک مین خط یا روپیہ لینے جائیگا تو سب سے پہلے آپ سے پاسپورٹ مانگا جائیگا۔

(۲) جس ملک کا سفر کرنا مقصود ہو وہاں کے متعلق تمام ضروری باتوں کی اطلاع کسی گائڈ بک یعنی ہدایت نامہ یا سفرنامہ کو پڑھ کر یا کسی شخص سے جسنے وہاں کا سفر کیا ہو حاصل کر لینی چاہیئے

(۳) ٹامس کوک اور اسٹرن ٹرنسپورٹ کمپنی Eastern Transport Company. سے جنکے دفتر بمبئی میں ہیں سفر کے متعلق کافی اطلاعات حاصل ہو سکتے ہین اور اُنکے ذریعہ سے روپیہ اور خط کے بھیجنے اور ملنے کا عمدہ انتظام ہو سکتا ہی اگر کوئی شخص بوشہر کے راستہ سے شیراز و اصفہان جانا چاہے تو روپیہ کا انتظام بنک شاہنشاہی ایران کے ذریعہ سے جسکی ایک شاخ بمبئی میں ہی بہ آسانی ہو سکتا ہے اور اگر کوئٹہ کے راستہ سے مشہد مقدس کا سفر مقصود ہو تو دزداب مین اُس بنک کی ایک شاخ ہی جہاں چک اور ڈرافٹ وغیرہ ملسکتے ہیں بغداد مین بھی بنک شاہی ایران کی ایک شاخ ہی اسلیئے بمبئی مین بغداد کیلئے بھی ڈرافٹ ملسکتا ہے

(۴) لباس یوروپین وضع کا ہونا چاہیئے کیونکہ اسلامی ملکوں میں بھی اُسی قسم کا لباس عموماً استعمال ہونے لگا ہے لیکن یورپ میں انگریزی ٹوپی اور اسلامی ملکوں میں وہاں کی مخصوص ٹوپیوں کا پہننا زیادہ مناسب ہوگا۔ "گمرک" یعنی Customs. کی زحمتوں سے بچنے کے لئے حتی الامکان تھوڑا لباس ساتھ لیجانا چاہیئے۔ سفید کوٹ پتلون کا دوسرے ملکوں میں بہت ہی کم استعمال

ہوتا ہے لیکن اگر کسی ریشمی کپڑے کا ہو تو یورپ ایشیا دونوں جگہ گرمیوں میں پہنا جاسکتا ہے۔ ایک بڑا کوٹ فراک یا مارننگ یا ٹرکش مع ایک دھاری دار پتلون کے ضرور ہمراہ ہونا چاہیئے کیونکہ ایران و اسلامبول مین معزز لوگوں کے پاس جاتے وقت ایسے لباس کی ضرورت ہوتی ہے۔

مختلف رنگوں کی ٹائی کا استعمال بہت کم ہے۔ حتی الامکاں ہمیشہ سیاہ ٹائی لگانا چاہیئے۔

جوتے سیاہ اور عمدہ قسم کے ہوں کیوں کہ ایران اور دوسرے ملکوں میں لوگ عموماً اچھے قسم کے جوتے پہنتے ہیں۔ بارش کے زمانہ میں جوتے کو کیچڑ سے بچانے کے لئے گالش کی ضرورت ہوتی ہے اور اُن ملکوں میں وہ بکثرت ملتا ہے اِس لئے ہندوستان سے ساتھ لیجانے کی ضرورت نہیں۔ اُن ملکوں میں کرتے و پائجامے صرف سوتے وقت پہنے جاتے ہیں۔ اگر کوئی شخص کسی سے خالی کرتا اور پائجامہ پہنے ہوئے ملے تو نہایت ہی بدتہذیب سمجھا جائے گا۔ میں نے معمولی ایرانیوں کو دیکھا ہے کہ گھر میں تعطیل کے دن بھی کرتے پائجامے پر قناعت نہیں کرتے بلکہ صبح کو ہاتھ منھ دھوکر پورا لباس پہن لیتے ہیں اور شب کو سوتے وقت تک اُسی لباس کو پہنے رہتے ہیں اِسلئے یہاں سے بہت سے کرتے اور پائجامے ہمراہ نہ لیجانا چاہیئے۔ ضروری کپڑوں

کے علاوہ بستر۔ گلاس۔ لوٹا۔ اور دو چھوٹے پورٹ مینٹو یا چمڑے کے دو سوٹ کیس بھی ہمراہ ہونا چاہیئے۔

(۵) ہر ملک کے گمرک یعنی (Customs) کے قواعد میں بہت تھوڑا سا فرق ہے۔ اِسلئے ہر ایک کو علٰحدہ علٰحدہ لکھنا بیکار ہے۔ البتہ چند ضروری باتوں کا ذکر کیا جاتا ہے۔ سیگار اور سیگرٹ بہت کم ہمراہ لیجانا چاہیئے روزمرہ کے استعمال کے لئے جہاں چاہیئے وہیں خرید لیجیئے۔ نشہ کرنے والی چیزیں افیون وغیرہ۔ اسلحہ اور خوشبودار چیزیں مثل عطر وغیرہ کے ہمراہ لیجانا ممنوع ہے البتہ سر میں لگانے کے لئے معمولی تیل مستثنٰی ہے۔ کپڑے جوتے وغیرہ حتی الامکان استعمال شدہ ہوں۔ اگر نئے ہوں تو اُن کو چند روز استعمال کرلینا چاہیئے۔ اگرچہ شخصی استعمال کی چیزوں پر گمرک نہیں ہے لیکن بعض وقت گمرک کے ملازمین ناواقف سیاحوں کو دھوکا دے کر کچھ لے لیتے ہیں۔ یا کم سے کم اُن کو زحمت دینے کے لئے دیر تک اُنکی ہر چیز کا معائنہ کرتے ہیں مجھ کو تمام سفر میں گمرک کے متعلق جسقدر تکلیف کراچی میں ہوئی وہ نہ بغداد نہ اسلامبول نہ شام نہ ایران نہ فرانس نہ اٹلی نہ کسی دوسرے یورپین مقام پر یہ امر نہایت ہی قابل افسوس ہے کہ ہندوستانی ملازمین گورنمنٹ دوسرے ملکوں کے

ملازموں سے زیادہ تر تکلیف دہ ہوتے ہیں اور اسی سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ابھی ہندوستان کے لوگوں میں بالکل سلف گورنمنٹ یعنی استقلال داخلی کی قابلیت نہیں ہے۔

(۶) چونکہ ہر ملک میں مختلف سکّوں کا رواج ہے اس لئے انگریزی پونڈ کے نوٹ یا ڈرافٹ کا ہمراہ لیجانا زیادہ مناسب ہے کیونکہ ہر ملک میں پونڈ بآسانی چلجاتا ہے۔ بعض مختلف سکوں کے نام اور اُنکی قیمت یہاں ذکر کیے دیتا ہوں

فرانس میں فرانک چلتا ہے جسکی قیمت قبل از جنگ ۲۵ فرانک فی پونڈ تھی اور اب ایک پونڈ کی قیمت سے فرانک سے بھی زیادہ ہوگئی ہے۔

ایطالی میں لیر چلتا ہے اور ایک پونڈ کی قیمت قریب ۱۲۰ لیر کے ہوگئی ہے

بلجیم و سوئزرلینڈ میں بھی فرانک چلتا ہے۔ بلجیم میں اُسکی قیمت گھٹتی بڑھتی رہتی ہے لیکن سوئزرلینڈ میں اسکی قیمت قریب قریب ایک ہی حالت پر باقی ہے جہاں اُسکی قیمت ۲۵ فرانک سے کچھ زائد ہے۔

مصر میں انگریزی و مصری پونڈ دونوں چلتے ہیں اور مصری پونڈ کی قیمت انگریزی پونڈ سے کچھ زیادہ ہے۔

اسلامبول میں لیرہ عثمانی دیپاسٹر چلتا ہے اور سو پیاسٹر کا ایک لیرہ ہوتا ہے

ان دنوں انگریزی پونڈ کی قیمت ۸ لیرہ عثمانی ہوگئی ہے۔ فرانک بھی یہاں بہ آسانی چلجاتا ہے۔

بیروت میں شام کے لیرہ و پیاسٹر کا رواج ہے اور یہاں کا ایک لیرہ دو لیرہ عثمانی کے برابر ہے انگریزی پونڈ و فرانک بھی یہاں بہ آسانی چلجاتا ہے دمشق میں بیروت کا لیرہ کچھ کم قیمت پر لیا جاتا ہے۔ وہاں نقد سکہ اور نوٹ کی قیمت میں بھی فرق ہے مثلاً ایک لیرہ دمشقی سو پیاسٹر کا ہوتا ہے لیکن اگر ایک لیرہ کا نوٹ بھنایا جائے تو سو پیاسٹر سے کچھ کم پر چلے گا۔ اسی شہر دمشق کو جو شام کا پایہ تخت تھا شام بھی کہتے ہیں۔

بیت المقدس میں انگریزی پونڈ و فرانک اور دوسرے ملکوں کے بھی سکّے چلتے ہیں۔

بغداد میں اب ہندوستانی روپیہ کا رواج ہے لیکن انگریزی پونڈ اور ایرانی قران بھی بہ آسانی بھن جاتا ہے۔

ایران میں قران چلتا ہے اور ایک پونڈ انگریزی کی قیمت ان دنوں قریب چالیس قران کے ہے اور ایک روپیہ کی قیمت تین قران ہے۔ لیکن روپیہ ایران میں نہیں بھن سکتا ہے۔ انگریزی پونڈ کے بھننے میں بھی دقت ہوتی ہے لیکن

بنک شاہنشاہی میں وہ لے لیا جاتا ہے۔ ایک تومان دس قران کا ہوتا ہے۔ لیکن کوئی سکہ ایک تومان کا نہیں ہے۔ قران کے دو سکے ہیں ایک ایک قران کا ہے اور دوسرا دو قران کا۔ پہلے کو ایک ہزاری اور دوسرے کو دو ہزاری بھی کہتے ہیں۔ نصف قران اور ربع قران کے بھی سکے ہیں۔ ایک قران بیس شاہی کا ہوتا ہے۔ شاہی کو صنار بھی کہتے ہیں جو مخفف ہے صد دینار کا۔ نیم شاہی کا بھی سکہ ہے جو ہندوستان کے ڈبل کی طرح ہوتا ہے۔

(۷) زبان کا مسئلہ بہت ہی مشکل اور ضروری ہے۔ ہندوستانیوں سے یہ امید رکھنی کہ وہ فرنچ یا عربی جدید یا ترکی یا فارسی جدید ہندوستان میں رہ کر سیکھ سکیں غیر ممکن ہے البتہ اگر انگریزی داں شخص فرنچ سیکھنا چاہے تو چھ مہینے میں بقدر ضرورت کے جان سکتا ہے۔ لیکن تلفظ کرنے میں ضرور اُسکو دشواریاں پیش آئینگی۔ اگر کوئی شخص کچھ عربی و فارسی جانتا ہو تو اُن ملکوں میں جاکر آسانی سے وہاں کے روزمرہ بولنے کی زبان سیکھ سکتا ہے۔ لیکن چونکہ اب انگریزی قریب قریب ہر ملک میں وہاں کے تعلیم یافتہ لوگ کم و بیش سمجھ لیتے ہیں اسلئے زبان کی ناواقفیت سے اسقدر دقت نہیں اُٹھانی پڑیگی

سمجھتے اور بول لیتے ہیں۔ اسلئے اگر کوئی ہندوستانی صرف فارسی جانتا ہو تو تعلیم یافتہ لوگوں سے ملنے میں کچھ آسانی ہوجائے گی۔ لیکن عام دکانوں اور قہوہ خانوں میں فارسی سے کچھ مدد نہیں ملے گی۔

(۸) ہر ملک کے ضروری آداب سے بھی فی الجملہ واقفیت ہونی چاہیئے مثلاً ایران میں سلام کرنے کا طریقہ صرف گردن کو تعظیماً جھکا کر آہستہ سے سلام علیک کہنا ہے۔ اسلامبول و شام و عراق میں سلام کرتے وقت ہاتھ کو طرف سینہ و پیشانی کے لیجانا چاہیئے۔ لیکن کسی ملک میں رخصت ہوتے وقت سلام علیک نہیں کہا جاتا اِس بدعت حسنہ کا رواج صرف ہندوستان میں ہے۔ علیگڈھ کالج میں بھی یہ طریقہ جاری ہے۔ خدا جانے اسکا رواج ہندوستان میں کیونکر ہوا۔ انگلستان و ایران میں بات کرتے وقت ہاتھوں کو زیادہ حرکت دینا خلاف تہذیب سمجھا جاتا ہے۔ ڈکارنا۔ جمہائی لینا۔ زمین پر تھوکنا یا ناک صاف کرنا۔ ہر ملک میں سوائے ہندوستان کے بہت ہی بُرا خیال کیا جاتا ہے۔ ہر شخص تھوکتے اور ناک صاف کرتے وقت رومال استعمال کرتا ہے۔ ہندوستانیوں کو چاہیئے کہ ان امور کا ہندوستان میں خیال رکھیں اور جب دوسرے ملکوں میں جائیں تو زیادہ تر اُنکا لحاظ کریں تاکہ حقارت و ذلت کے ساتھ نہ دیکھے جائیں

مختصر یہ ہے کہ جس ملک میں انسان جاوے وہاں کے آداب کو غور سے دیکھکر
اُنپر عمل کرے جیسا میں نے اوپر ذکر کیا ہے یہ زیادہ بہتر ہوگا کہ اسلامی ملکوں
کی سیاحت کرنے سے پہلے انگلستان کا سفر کر لیا جائے۔ وہاں کا سفر نہایت ہی
آسان ہے بمبئی سے "پے اینڈ او کمپنی (P & O. Co.) کے کسی جہاز میں سکنڈ
کلاس کا ٹکٹ ۵۶ یا ۶۰ پونڈ کو لیکر سیدھے لندن چلے جائیے یا مارسلیس سے
اُتر کر ریل کے ذریعہ سے پیرس ہوتے ہوے لندن جائیے لیکن میرے نزدیک
مناسب یہ معلوم ہوتا ہے کہ جس شخص کا پہلا سفر ہو اور فرنچ زبان سے بھی ناآشنا ہو
اُسکو چاہیئے کہ سیدھا انگلستان ہی چلا جائے اور واپسی کے وقت پیرس کو
دیکھلے۔ پیرس سے اگر چاہے تو بذریعہ اکسپرس اورینٹ ریل کے تین دن
میں اسلامبول چلا جائے۔ یہ ریل ہر روز پیرس سے ایک مرتبہ شب میں روانہ
ہوتی ہے اور اُسمیں صرف اول درجہ ہوتا ہے اور شب کو سونے کا سامان
یعنی رواگون دولی (Wagon de lit.) مہیا کیا جاتا ہے۔ کرایہ
قریب چودہ سو فرانک یعنی ۱۴ پونڈ کے ہے۔ خوراک کا صرفہ اسکے علاوہ ہوگا۔
جن ملکوں میں ریل ہو کر جائے گی اُن ملکوں کا ویزہ (Visa.) پاسپورٹ پر
ہونا چاہیئے۔ ان زحمتوں سے بچنے اور تین دن تک ریل میں قید رہنے سے

بہتر ہوگا کہ مارسلیس سے جہاز میں سوار ہو کر پانچ چھ روز میں اسلامبول چلا جائے
اول درجہ جہاز کا کرایہ مع خوراک کے قریب بارہ تیرہ پونڈ اور سکنڈ کلاس کا
قریب آٹھ پونڈ کے ہے پھر اسلامبول سے بذریعہ ریل کے حلب اور حلب سے بذریعہ
موٹر کے بیروت چلا جائے لیکن دریا کا سفر زیادہ مناسب ہے۔ اسلامبول سے
کسی جہاز میں سوار ہو کر چار پانچ روز میں بیروت چلے جائیے وہاں کا بھی
اول درجہ جہاز کا کرایہ قریب بارہ تیرہ پونڈ کے ہے اور سکنڈ، تھرڈ کا
اور بھی کم۔ بہت سے لوگ سکنڈ کلاس میں سفر کرتے ہیں اور کافی آرام
ملتا ہے۔ بیروت سے اگر دل چاہے تو یافہ (Yafa) اور یافہ سے
بیت المقدس چلے جائیے اور وہاں سے بیروت واپس آکر تین گھنٹے میں
موٹر کی سواری سے دمشق جائیے۔ دمشق سے اگر دل چاہے تو موٹر میں
سوار ہو کر ۲۶ گھنٹہ میں صحرا کو طے کر کے بغداد چلے جائیے یا ریل کے ذریعہ سے
تین چار روز میں مدینہ منورہ کی زیارت سے مشرف ہو جائیے۔ بیت المقدس
سے سیدھے بغداد جانے کا راستہ بھی کھل گیا ہے اور Nairn Cox
کی موٹر بتیس ۳۲ گھنٹے میں پہونچ جاتی ہے لیکن اگر شب کو راستہ میں قیام کرے تو
البتہ اس سے زیادہ وقت صرف ہوگا۔ دمشق سے فرنچ کمپنی کی موٹر Palmyra

پالمیرا ٹھہرتی ہوئی بغداد جاتی ہے لیکن Nairn Coy کی موٹر سیدھے بغداد چلی جاتی ہے۔ دونوں کمپنی ۲۵ پونڈ کرایہ فی شخص لیتی ہیں۔ بغداد سے طہران تک پانچ دن میں موٹر جاتی ہے اور کرایہ بھی ۲۵ پونڈ ہے طہران سے مشہد، اصفہان و شیراز جانے کے لئے انگریزی یا فرنچ کمپنی کی موٹر نہیں چلتی۔ لیکن ایرانیوں۔ قفقازی ترکوں اور بغدادی عربوں کی موٹریں بکثرت اُن مقامات کو جاتی ہیں۔ مصر جانے کا راستہ ہر شخص کو معلوم ہے اِس لئے اُس کے لکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔

اب میں یہاں سے اپنا سفرنامہ پیرس سے طہران تک کا چند فصلوں میں لکھتا ہوں :-

---

فصل اوّل از پیرس تا اسلامبول

میں ۱۴ ستمبر روز یکشنبہ کو پیرس سے سات بج کر پچاس منٹ شب کی گاڑی سے مارسیلس کو روانہ ہوا۔ ۲۶۵ فرانک کو اوّل درجہ کا ٹکٹ لیا۔ یہ گاڑی اکسپریس تھی۔ اس میں صرف اول درجہ تھا۔ سکنڈ کلاس کا کرایہ

پیرس سے مارسلیس تک ۱۷۳ فرانک ہے۔ اسباب کے بک کرانے میں جو تین چمڑے
کے سوٹ کیس اور ایک بستر تھا ۳۷ فرانک دینے پڑے۔ صبحکو ۹ بجے مارسلیس
پہونچا۔ اسیوقت ایک موٹر میں بندرگاہ پر گیا اور موٹر والے نے ۲۵ فرانک
لیا۔ یہ کرایہ معمول سے زیادہ تھا کیونکہ فرنچ مثل انگریزی ٹیکسی والوں کے
ایماندار نہیں ہوتے اور ایسے موقع پر اجنبی سے زیادہ لے لیتے ہیں۔ مارسلیس
سے قسطنطنیہ تک اول درجہ جہاز کا کرایہ ۱۲۸۷ فرانک دیا۔ فرنچ (Pacquet)
پاکے کمپنی کا جہاز تھا جسپر میں سوار ہوا۔ میرے کیبن (Cabin) میں
جواہرات کا ایک ارمنی تاجر تھا جو پیرس سے اسلامبول کو جارہا تھا۔ جہاز
بجائے ۱۱ بجے چلنے کے ڈھائی بجے دن کو چلا۔ جہاز میں مختلف قوم کے لوگ
سوار تھے۔ منجملہ دیگر مسافروں کے اسلامبول کی سفارت انگریزی کا سکریٹری
دو تین امریکن اور دو ناروجین تھے۔ چند ترک بھی جہاز پر تھے جو مدت تک
نیویارک میں رہ کر اب اسلامبول واپس جارہے تھے۔ ایک نے انمیں سے ایک
ناروجین عورت کے ساتھ نکاح کر لیا تھا اور اُس سے دو بچے تھے۔ جو
اُسکے ہمراہ جارہے تھے۔ چونکہ وہ صورت اور لباس سے بالکل یورپین معلوم
ہوتا تھا اِسلئے مجھے پہلے نہیں معلوم ہوا کہ وہ ترک ہے۔ دو تین روز کے بعد

اثناے گفتگو میں اُسنے اپنا نام فتح اللہ بتلایا اور یہ بھی کہا کہ اسکی یوروپین بیوی
مسلمان ہو گئی ہے۔ اِن لوگوں کے ہمراہ ایک اور عورت تھی جو یوروپین لباس پہنے
ہوے تھی بجز اسکے کہ بجاے انگریزی ٹوپی کے اُسکے سر پر ایک قصابہ تھا اور پردہ نہیں کرتی تھی۔
یہ مراکش سے آرہی تھی عربی اور ترکی خوب جانتی تھی۔ اور کچھ فرنچ بھی سمجھ لیتی تھی لیکن انگریزی نہیں
جانتی تھی۔ ایک جوان یہودی بھی اسلامبول جارہا تھا جو تقریباً ہر زبان بول سکتا تھا اُسنے کہا کہ اسکا
ایک دوست الہ آباد میں ہے جسکے پاس جواہرات کی دکان ہے۔ اور ایک اور بھی ترک اسی جہاز پر تھا جو
بالکل یوروپین معلوم ہوتا تھا اور ہمیشہ فرنچ مسافروں کے ساتھ گانے
بجانے میں مشغول رہتا تھا۔ اثناے کلام میں معلوم ہوا کہ وہ ترک تھا اور
اُسنے مجھسے ترکی اور فرنچ میں ہندوستان کے مسلمانوں کے متعلق بہت کچھ
گفتگو کی۔ وہ سینما کا فلم اوپریٹر تھا اور اِسلامبول فلم لینے جارہا تھا۔ ایک ڈینشن
سے بھی جہاز پر ملاقات ہوئی جو ڈنمارک کے تھیوسافیکل سوسائٹی کا سکریٹری
تھا اور ڈینش گورنمنٹ کا سفیر ہوکر قسطنطنیہ جارہا تھا۔ اُسنے گاندھی اور ٹاگور
کی بہت تعریف کی اور کہا کہ اُسکا ارادہ ہندوستان کی مسافرت کا ہے کیونکہ
اُسکے سوسائٹی کی ایک شاخ مدراس کے کسی شہر ٹنوالی میں ہے۔ اُسکو علم تصوف
اور علم الارواح کا بہت شوق معلوم ہوتا تھا اور اکثر مجھسے اُن مسائل پر گفتگو

کیا کرتا تھا۔ اُس سے جب زیادہ بے تکلفی ہوگئی تو اُس نے مجھے اسٹائنر (Steinner) کے طریقہ تصوف کے متعلق بہت کچھ گفتگو کی۔ اُس سے معلوم ہوا کہ قسطنطنیہ میں ایک سوسائٹی اسٹائنر کے تصوف کی ہے اور وہ خود بھی اُسکا ممبر تھا۔ اُسنے مجھ سے قسطنطنیہ کے ایک عالم شیخ عبدالوہاب آفندی کی بہت تعریف کی اُنکا مجھکو پتہ بتایا اور کہا کہ اُنسے ضرور ملنا۔ چنانچہ میں قسطنطنیہ میں اُنسے ملا، اُنکی ملاقات کا ذکر آیندہ کروں گا۔ اسی جہاز پر ایک یہودی سے ملاقات ہوئی جو قسطنطنیہ کے کسی وکیل کی بیوی تھی اور کئی زبانیں جانتی تھی۔ یہ عورت نہایت ہی ہوشیار و کاروباری معلوم ہوتی تھی اور ہر شخص سے اپنے شوہر کی تعریف کرتی تھی اور سفارش کرتی تھی کہ اُس سے ضرور ملو اور کہتی تھی کہ اُسکے شوہر سے قسطنطنیہ کے بڑے بڑے معزز حکام و ممبران پارلیمنٹ سے ملاقات ہے۔ اگر کسی قسم کی دشواری پیش آئے گی تو وہ ضرور مدد دے گا۔ وہ غالباً ترکوں کی صرف سے محکمہ راز میں ملازم تھی۔ اسی جہاز میں دو جوان لڑکیوں کو روز دیکھتا تھا جنسے کئی دن کے بعد کسی موقع پر گفتگو ہوئی۔ وہ انگریزی۔ فرنچ۔ جرمنی اور ترکی بول لیتی تھیں۔ مدت سے یورپ میں تعلیم پاتی تھیں دو دن کے بعد معلوم ہوا کہ وہ دو ترکن بہنیں تھیں اور اپنے والدین سے ملنے قسطنطنیہ جارہی تھیں

بڑی بہن سے ریاضی کے کسی مسئلہ پر گفتگو ہوئی۔ اثنائے کلام میں میں نے علم مثلث [Trignametry] کے ایک مسئلہ پر نہایت بے اعتنائی سے اظہار خیال کیا۔ اُس نے مجھے فوراً ٹوک دیا اور ہنسکر مجھکو میری غلطی کیطرف توجہ دلائی۔ مجھکو نہایت تعجب ہوا اور میں نے دل میں نادم ہوکر اپنے مطلب کی تصحیح کی اُس سے حقوق زن وشو اور تعلیم وحقوق نسواں کے مسائل پر اکثر گفتگو ہوا کی اُسنے کہا کہ مرد چاہتے ہیں کہ عورتیں اُنکی محکوم رہیں اور اپنی معاش کو آزادانہ طریقہ پر حاصل کرنے سے محروم رہیں۔ ہندوستان کی مسلمان عورتوں کی حالت کو سنکر اُسنے بیحد اظہار تاسف کیا۔ میں نے کہا کہ اگر تعلیم یافتہ ترک عورتیں ہندوستان جائیں اور وہاں کے تعلیم یافتہ مسلمانوں کے ساتھ نکاح کریں تو وہ ہندوستان کی عورتوں کے تعلیم وتربیت میں بہت کچھ مدد دے سکیں گی اُسنے کہا کہ جب پہلے ترک عورتیں زیادہ آزاد خیال اور تعلیم یافتہ نہیں تھیں اُسوقت ہندوستان جانے میں شاید تعرض کرتی رہی ہوں لیکن اب وہ غالبا وہاں کا جانا ناپسند نہ کرینگی۔ یہ ایک نمونہ وہانکی تعلیم یافتہ عورتوں کے عمدہ خیالات کا ہے جو یہانکی عورتوں کیلئے سبق آموز ہے

جہاز بحر مڈیٹرینین، بحر اڈریاٹک اور بحر ایجین سے گزرتا ہوا چھٹے روز

۱۲ ستمبر کو شام کے وقت چناق پہونچا۔ لیکن ترک حکاموں نے جہاز کو آگے جانے
روک دیا۔ اگرچہ جہاز کے کپتان نے بہت شور وغل کیا لیکن حکاموں نے یہ
کہا چونکہ جہاز کی روانگی کا تار نہیں آیا تھا اسلیئے ہم آگے جانے کی اجازت
نہیں دیسکتے۔ بہت سے مسافر اپنی جگہ پر سخت اعتراض کر رہے تھے کہ ترک
نہایت ہی سخت اور غیر منصف ہیں لیکن بعد کو معلوم ہوا کہ یہ جہاز کے کپتان ہی
کی غلطی تھی کہ قلعہ چناق پر پہونچنے کی اطلاع جیسا کہ اُسکو قاعدہ کی رو سے
دینی چاہیے تھی نہیں دی تھی۔ آخر کار شب کو تمام مسافر جہاز ہی پر رہے۔
دوسرے روز جہاز علے الصباح چناق سے روانہ ہوا اور گیلی پولی جزیرہ سے
گزر کر شام کو ۵ بجے قسطنطنیہ پہونچا۔ چونکہ رات ہوگئی تھی اسلیئے تمام مسافر شب کو
جہاز ہی پر رہے۔ رات کے وقت قسطنطنیہ جہاز پر سے ایسا خوشنما معلوم ہوتا تھا کہ
کاش تمام عمر راتیں وہیں گزرتیں۔ صبح کے وقت ڈاکٹر اور افسر پولیس جہاز پر
آئے۔ سب سے پہلے اول درجہ کے (Saloon) میں مجھکو بلایا۔ قبل اسکے
کہ میں اُنکے پاس جاؤں میں نے قفقازی ٹوپی جو ایران میں چند ارمہ پولیس کے
افسر دیتے ہیں دے لی تھی اور ڈنمنشن سفیر نے جس کا میں نے اوپر ذکر کیا ہے
اُس قسم کی سیاہ استرخانی ٹوپی جیسی مصطفےٰ کمال پاشا استعمال کرتے ہیں پہن لی تھی

افسر پولیس نے میرا پاسپورٹ دیکھکر بہت سے سوالات مجھ سے ترکی میں کئے اور مین نے ٹوٹی پھوٹی ترکی مین جواب دیا۔ مین نے دیکھا کہ یہ افسر ہر شخص سے خواہ انگریز ہو یا فرنچ ترکی ہی مین سوالات کرتا تھا۔ اگرچہ وہ خود فرنچ خوب جانتا تھا اور غالبًا انگریزی و جرمنی سے بھی واقف تھا۔ جہاز ہی پر حمال آگیا اور میرا اسباب اُتار کر گمرک خانہ لے گیا۔ جیسا فرانس جاتے وقت کیلئے (Calais) مین حمالوں کا شور و غل سُنا تھا وہی منظر یہاں بھی سامنے تھا۔ گمرک کے افسر نے میرے تمام اسباب کا معائنہ کیا لیکن مجھے کچھ دینا نہیں پڑا۔ اگر کسی کے پاس دو۔ تین درجن سگریٹ یا تھوڑا سا عطر ہو تو سہلا ہوں ایران شام و عراق مین انپر کچھ محصول نہین لیا جاتا کیونکہ ذاتی استعمال کی چیزین گمرک کے محصول سے مستثنیٰ ہین۔ جب میرا اسباب گمرک خانہ مین معائنہ کیلئے پہونچا تو حمال نے کہا کہ تھوڑا سا انعام افسر کو دیدو تاکہ اسباب زیادہ دیر تک نہ دیکھا جائے لیکن میں نے انکار کردیا افسر گمرک نے میرے اسباب کو دیکھا لیکن نہ کسی قسم کا تعرض کیا اور نہ مجھسے انعام کی خواہش ظاہر کی۔ گمرک خانہ سے باہر آکر ایک گھوڑا گاڑی پر سوار ہوکر میسرت ہوٹل گیا۔ چونکہ وہان کوئی کمرہ خالی نہیں تھا اس لئے پیرہ کے امپیریل ہوٹل (Imperial Hotel) مین گیا۔ اُس کا مالک ایک مصری یا شام کا مسلمان تھا

وہان ایک کمرہ ڈیڑھ لیرہ ترکی یومیہ پر بغیر خوراک کے لے لیا۔ ممکن تھا کہ ایک لیرہ
فی یوم پر ملجاتا اگر میں زیادہ قیام کرتا یا ہوٹل کے منیجر سے کرایہ کے کم کرنے کیلئے
بہت زیادہ اصرار کرتا۔ حمال بھی میرے ساتھ ہوٹل تک آیا اور میرا اسباب گاڑی سے
اُتار کر ہوٹل مین رکھا۔ جب اُس سے کرایہ گاڑی اور اسکی اُجرت کے بابت دریافت
کیا تو اُسنے پچیس لیرہ ترکی یعنی تین پونڈ سے زیادہ بتایا۔ مین نے کہا کہ یہ بہت
زیادہ ہے مین اسقدر نہین دونگا۔ ہوٹل کے کلرک کو بلایا اور اُس سے دریافت
کیا کہ کسقدر دینا مناسب ہے۔ اُسمین اور حمال مین بہت مباحثہ ہوا۔ بالآخر
حمال اور گاڑی والے کو مین نے دس لیرے دیئے جسمین سے ۴ لیرہ غالباً گاڑی والے
نے اور چھہ لیرہ حمال نے لئے ہونگے۔ حمال نے ضرور مجھ سے زیادہ لیا۔ لیکن
مین نے یہ غلطی کی تھی کہ اسباب حمال کو دینے سے پہلے اُس سے اُجرت طے
نہ کرلی۔ اسمین شک نہین کہ حمال نے بہت زیادہ خدمت کی تھی کیونکہ اسباب کو
جہاز سے اُتارنے۔ گمرک خانہ تک لیجانے اور ہوٹل تک ساتھ آکر اسباب کے
اُتارنے مین بہت کام کیا تھا لیکن جب بھی اُجرت زیادہ لی۔ واضح رہے کہ
اُنونون ایک انگریزی پونڈ کی قیمت آٹھ لیرہ ترکی تھی۔ اسلئے دس لیرے جو
مین نے حمال کو دیے وہ ۲۵ شلنگ کے برابر ہوے جو تقریباً اُنیس روپیہ کے

برابر ہوتے ہین۔ ہوٹل کا کرایہ بحساب ڈیڑھ لیرہ یومیہ قریب چار شلنگ یعنی تین روپیہ کے ہوا جو یورپ اور ہندوستان کے ہوٹلون سے عموماً سستا تھا۔ لوقاندہ یعنی رسٹارنٹ یہان کثرت سے ہین اسلئے جہان دل چاہتا تھا وہان جاکر کھانا کھالیتا تھا۔ اسلامبول مین لوقاندے بہت کثرت سے ہین اور نہایت ہی صاف ستھرے یورپین طور پر رکھے جاتے ہین۔ کھانے مختلف قسم کے ہر وقت اُنمین تیار رہتے ہین اور چار پانچ قسم کے عمدہ کھانون مین میرا تقریباً ایک لیرہ یعنی ۲½ شلنگ صرف ہوتا تھا۔ اندنون عبداللہ آفندی کا لقاندہ نہایت مشہور ہے۔ مین کئی مرتبہ وہان گیا اور بہت سے یورپین کو بھی وہان جاتے ہوئے دیکھا۔ اس شہر مین مٹھائی کی دکانین بکثرت ہین اور دودھ اور بالائی کے ساتھ مختلف اقسام کی مٹھائیان بنتی ہیں پیرس کے بعد شاید یہی کوئی دوسرا شہر علاوہ اسلامبول کے ہوگا جہان اس کثرت سے میٹھی چیزین بنائی جاتی ہون۔ یہان دہی کا استعمال مثل ایران کے بکثرت ہے اور ہر لوقاندہ مین کھانے کے بعد دہی اور کھانے کے ساتھ مٹھا پینے کے لئے ملتا ہے۔ مٹھا پینے کا رواج اسلامبول اور ایران مین بکثرت ہے۔ مین جبتک اسلامبول اور ایران مین رہا ہمیشہ کھانون کے بعد مٹھا پیا کرتا تھا۔ اندنون میوے اور انگور بکثرت ملتے ہین اور

بہت ہی سستے ہین۔ یہان کی مچھلی بہت ہی بڑی اور نہایت ہی لذیذ ہوتی ہے
اور ہر لوقاندہ مین کھانے کے لئے ملسکتی ہے۔ البتہ یہان کے لوقاندہ مین پلاؤ یا چلاؤ
ایسا اچھا نہین ہوتا جیسا ایران مین ہوتا ہے۔ اسمین شک نہین کہ پلاؤ یا چلاؤ کا پکانا
فقط ایرانیون ہی کا حصہ ہے۔ دوسرے روز کارروانسرائے والدہ خانی اس غرض
سے گیا کہ سید آغا طباطبائی تاجر سے جو میرے قدیم دوست تھے اور جن سے مجھے
ایران کے ایک شہر شاہرود (Shahroad) مین جنگ کے زمانہ مین ملاقات
ہوئی تھی جاکر ملون۔ وہان وہ نہین ملے اسلئے خان ترکیہ گیا وہان معلوم ہوا
کہ انکا دفتر سلامت خانی مین ہے چنانچہ وہان جاکر انسے ملا۔ اُن کو جب مین نے
پہلے ایران مین دیکھا تھا تو وہ عبا پہنتے تھے اور ڈاڑھی رکھے ہوے تھے لیکن
یہان ڈاڑھی منڈی ہوئی اور یورپین لباس مین تھے۔ وہ عرصہ سے اسلامبول مین
مقیم ہین اسلئے اُنکے ذریعہ سے سیر وسیاحت اور دریافت حالات مین بہت مدد ملی
وہ اسلامبول سے کچھ دور باہر رہتے تھے اور مجھے اپنے مکان پر لیگئے۔ صبح کو
اسٹیمر پر سوار ہوکر دوسرے جانب شہر کے جو ایشیائے ساحل ہے مقام حیدر پاشا
گیا اور وہان سے ریل مین سوار ہوکر گیوزیتہ جو ایک چھوٹا سا گانون ہے وہان
جاکر اُترا جب اُن کے مکان پر گیا تو اُنھون نے اپنی بیوی اور لڑکی سے ملاقات کرائی

جب وہ آٹھ نو برس کی تھی اُسوقت اُسنے مجھے شاہرود مین دیکھا تھا۔ اُسکا نام ماہ سلطان ہے اب اسکی عمر ۱۵ یا ۱۶ برس کی ہوگی۔ جب مین نے اُس سے فارسی مین دریافت کیا کہ تمنے مجھے پہچانا یا نہین تو اُس نے تھوڑی دیر غور کرکے فارسی مین کہا کہ آقا آپ وہی تو نہین ہین جو میرے مکان پر شاہرود مین آیا کرتے تھے۔ اسکی اس ذہانت اور حافظہ پر مجھے حیرت ہوئی۔ وہ اسوقت ایک سن رسیدہ ترک سے فرنچ کا سبق پڑھ رہی تھی تھوڑی سی فرنچ مین بھی مین نے اُس سے گفتگو کی۔ پھر طباطبائی کے ساتھ اُنکے ہمزلف سے جو ایک ترک تبریزی تھے ملنے گیا۔ اُنھون نے اپنے دو لڑکون سے ملاقات کرائی۔ اُنکی عمر ۹ یا ۱۰ سال کی ہوگی۔ اُن لڑکون نے مجھ سے انگریزی مین گفتگو کی۔ جب مین نے پوچھا کہ اُنکی انگریزی تعلیم کہان اور کیونکر ہوئی تو اُن کے والد نے کہا کہ اُن کے جوار مین پہلے ایک مدرسہ فرانسیسی پادریون کا تھا جسمین ترکی زبان کے ساتھ فرنچ زبان کی بھی تعلیم دی جاتی تھی اور اُس مدرسہ مین نشان صلیب بھی لگا ہوا تھا۔ ترکی کی جدید حکومت نے صلیب کے رکھنے پر اعتراض کیا اور کہا کہ چونکہ ہر مدرسہ مین ہر مذہب کے بچے تعلیم پاتے ہین اسلئے جیسا کہ گورنمنٹ کے مدرسون مین کوئی خاص علامت مذہبی نہین رکھی گئی ہے اس مدرسہ مین بھی نہین ہونی چاہیئے۔

فرانسیسی پادریوں نے جب صلیب کا اٹھالینا منظور نہین کیا تو انکو مجبوراً مدرسہ بند کردینا پڑا۔ امریکن پادریوں نے یہ اچھا موقع پاکر اپنا مدرسہ کھولدیا اور کہا کہ ہم کوئی نشان صلیب کا آمین نہین لگائینگے۔ چنانچہ وہ مدرسہ اب خوب چل رہا ہے اور بہت سے ترک کے لڑکے وہان انگریزی پڑھتے ہین۔ یہ دونون لڑکے بھی اسی اسکول مین تعلیم پاتے ہین اور دن رات وہین رہتے ہین۔ ایرانیون اور ترکون مین یہ خاص بات مین نے دیکھی کہ وہ اپنے بچون کے دن رات بورڈنگ ہاوس مین رہنے کو مکان کے رہنے پر ترجیح دیتے ہین۔ وہان سے پھر مین ایک نہایت ذی علم شخص مرزا حسین خان دانش سے ملنے گیا وہ اصلاً ایرانی ہین لیکن انکی تعلیم و تربیت اسلامبول مین ہوئی ہے وہ انگریزی۔ فرنچ۔ عربی۔ فارسی۔ ترکی نہایت اچھی طرح سے جانتے ہیں اور بہت ہی زبردست اہل قلم ہین۔ ڈاکٹر توفیق رضا بیگ مشہور ترک مصنف کی شرکت مین بہت کچھ تصانیف بھی کرچکے ہین۔ نہایت ہی روشن ضمیر اور آزاد خیال ہین اور انسے اور ترکون کے معاشرت و سیاست کے متعلق بہت ہی صحیح اطلاعات حاصل ہوے۔ ترکون مین وہ نہایت ہی مشہور اور فاضل لکھنے والے خیال کئے جاتے ہین۔ انھون نے رباعیات عمر خیام کی شرح ترکی زبان مین لکھی ہے اور پہلے اسلامبول کے دارالفنون مین پروفیسر بھی رہ چکے ہین اور بالفعل محکمہ "دیون عمومیہ" یعنی

(Public Debt Office) مین ایک معزز عہدہ پر ممتاز
ہین ۔ اثنائے گفتگو مین اُنسے معلوم ہوا کہ میرے مشفق قدیم سید سجاد حیدر صاحب بھی
اندنون مسرت ہوٹل مین ٹھہرے ہوے ہین۔ چنانچہ مین اُنکے ساتھ ہوٹل گیا اور
سجاد حیدر صاحب سے ملا لیکن اس امر کا نہایت ہی افسوس ہوا کہ دو ہی روز کے بعد سجاد حیدر صاحب
مصر کو دیکھتے ہوے ہندوستان واپس چلے گئے۔ ایک روز اتفاق سے پیرہ مین
ڈنمارک کے ایک سفیر سے ملاقات ہوئی۔ اُسنے مجھ سے پوچھا کہ تم شیخ عبدالوہاب
آفندی سے ملے ہین نے کہا نہین۔ وہ مجھکو اپنے سفارت خانہ مین لیگیا اور اپنے
سکریٹری کو میرے ہمراہ کرکے عبدالوہاب کی خدمت مین بھیجا۔ وہ عربی لباس
پہنے ہوے تھے اور کہا کہ مین مدینہ کے سادات مین سے ہون اور تیرہ چودہ برس
ہوے کہ مدینہ سے چلا آیا ہون۔ اُنھون نے مجھ سے اُردو مین گفتگو کرنی شروع کی۔
اُنکا سن قریب چالیس برس کے ہوگا لیکن انگریزی فرینچ۔ جرمنی روسی اطالیائی
یونانی۔ عربی فارسی۔ ترکی اور اردو بولتے اور لکھتے ہین۔ اُنکی ذہانت اور زبان دانی
پر نہایت ہی حیرت ہوئی۔ اُنھون نے کہا کہ اسلامبول ہی مین رہکر بعضے ہندوستانیون
سے اُردو سیکھ لی ہے۔ وہ بمقابل علم تصوف (Theosophy) کے
(Biosophy) کو ترجیح دیتے ہین اور انسان کی تہذیب اخلاق اور

تزکیہ روح کیلئے اُسکو زیادہ مفید و مؤثر سمجھتے ہین میرے خیال مین Steinmer
کے طریقہ تصوف کی جانب بھی انکا میلان ہے۔ وہ کھانا نہایت ہی سادہ کھاتے
ہین۔ گوشت اور انڈا مطلق نہین کھاتے اور نہ کسی مشروبات یا دخانیات کا
استعمال کرتے ہین۔ اُنکے پاس عموماً روسی۔ جرمنی اور یونانی وغیرہ بہت آتے ہین
اور تمام یورپین جنکو علم الارواح مین کچھ دلچسپی ہے اُنسے ضرور ملتے ہین۔ وہ دوبار
پیرس اور ایک مرتبہ ماسکو Moscow بھی جا چکے ہین اور پیرس مین علم الارواح
پر ایک بہت ہی مفصل اور دلچسپ لکچر دیا تھا۔ اُنکا ارادہ ہندوستان مین آنے کا
ہے اور علوم روحانی اور طریقہ ریاضت جو ہندو فقیرون اور صوفیون مین رائج ہے
اُسکو سیکھنا چاہتے ہین اُنھون نے دو تین مرتبہ دعوت کی اور اُردو زبان مین برابر
گفتگو کی۔ جو حضرات ہندوستان کے اسلامبول جائین اُنکو چاہیئے کہ مرزا حسین خان
دانش اور شیخ عبدالوہاب آفندی سے جو پروفیسر شیخ عبدالوہاب کے نام سے
مشہور ہین ضرور ملاقات کرین۔ چند دیگر تجار ایرانی۔ سفیر ایران اور بعض تعلیم یافتہ
ترکون سے ملاقات ہوئی۔ ایک ترک مجھکو ایک کلب لے گیا جو پیرہ مین واقع تھا۔
وہان ایک جوان ترک سے ملاقات ہوئی جو فرنچ خوب جانتا تھا اور ترکی راگون کو
یورپین علم موسیقی کے رسم خط مین لکھکر پیانو پر بجاتا تھا۔ اُسنے مجھ سے کہا کہ اگر گلیگیڈھ کالج

میں کسی پروفیسر علم موسیقی کی ضرورت ہو تو میں جانے کے لئے حاضر ہوں۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ یہ بیچارہ علیگڈھ کالج کے متعلق کیسے دھوکے میں پڑا ہوا ہے، کیا علیگڈھ کالج کو اُسنے اسلامبول یا طہران کا دارالفنون سمجھا ہے جہاں اور علوم کے ساتھ علم موسیقی کی بھی تعلیم مسلمانوں کو دی جاتی ہے۔ اُسنے مجھ سے یہ بھی کہا کہ عنقریب اس کلب میں ایک کنسرٹ (Concert) ہونے والا ہے جسمیں تمام معزز ترک مرد اور عورت شریک ہونگے اور اُسکے بعد بال (Ball.) بھی دیا جائے گا۔ اُسنے کہا کہ ٹکٹ کی فروخت سے جو آمدنی ہوگی وہ شہدائے جنگ کے یتیم خانہ کو دیدی جائیگی۔ میں نے کہا کہ کنسرٹ کے زمانہ تک میں اسلامبول میں نہیں رہونگا۔ لیکن ایک ٹکٹ میں نے ۵ لیرہ ترکی پر خرید لیا۔ ایک مرتبہ سجاد حیدر صاحب کے ساتھ اور دوبارہ ایک ترک پروفیسر کی معیت میں دارالفنون دیکھنے گیا۔ بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ ترک تعلیم جدید کے ترقی کیجانب بیحد مائل ہیں اور تمام علوم ترکی زبان میں تعلیم ہونے لگے ہین اور ترکی اب گویا ایک مکمل علمی زبان ہوگئی ہے۔ مکاتب و نصاب تعلیم وغیرہ کے متعلق میں بالتفصیل نہیں لکھنا چاہتا۔ جو صاحب آئندہ سفر کرین وہ خود ان امور کی تحقیق کرلیں بعض اخباروں کے نامہ نگاروں اور مدیروں سے بھی ملاقات ہوئی لیکن اُنسے گفتگو کرنے سے یہ معلوم ہوا کہ وہ لوگ ہرام میں اپنی آزادانہ رائے کا اظہار نہیں کرسکتے۔ سیاسی امور کے متعلق ہر اخبار نویس

اور بعض جوان ترکوں سے گفتگو ہوئی اُنکے اظہار کرنے کی میں ضرورت نہیں سمجھتا۔ البتہ اسقدر ضرور کہہ سکتا ہوں کہ بہت سے ترک ہندوستان کے مسلمانوں سے نہایت ہی مخالف معلوم ہوتے تھے کہ انھوں نے مسئلہ خلافت میں اسقدر کیوں کوشش کی کہ خلافت اسلامبول کے خاندان سلاطین عثمانی میں قائم رہے۔ بہرحال میں اس مسئلہ میں اظہار رائے نہیں کرسکتا کہ اس اعتراض میں کہانتک ترک حق بجانب ہیں۔

میرے زمانہ قیام میں اتفاقاً وہ دن بھی آگیا جسدن اس سے ایک سال قبل قسطنطنیہ کو دُل متحدین کی فوجوں نے تخلیہ کرکے مصطفٰے کمال پاشا کی فوج کے حوالہ کردیا تھا۔ اُسدن تمام شہر میں جوش پھیلا ہوا تھا اور کل دُکانیں اور مکانات اور سرکاری عمارتیں اور سفارتخانے اور تمام جہاز خواہ عثمانی خواہ غیر عثمانی ترکی جھنڈوں اور پھریروں سے آراستہ تھے۔ میں نے تمام عمر میں کبھی کسی مقام پر خواہ یورپ ہو خواہ ایشیا میں اس کثرت سے برق اور جھنڈے کسی خوشی کے موقع پر نہیں دیکھے تھے منجملہ اور مقاموں کے پیرہ میں ایک جگہ طاق نصرت بنایا گیا تھا جہاں سے صبح کے وقت تمام مختلف فوجیں بری و بحری مع توپخانے اور باجے وغیرہ کے گزریں۔ یہ جلوس گھنٹوں رہا اور میں صبح کا گیا ہوا دوپہر کو ہوٹل واپس آیا۔ لوگوں میں اسقدر جوش پھیلا ہوا تھا کہ نقض امن کا اندیشہ ہوتا تھا لیکن پولیس کا ایسا اچھا انتظام تھا کہ کسی قسم

کی بدنظمی یا فساد نہیں ہوتے پایا۔

اسلامبول میں مساجد۔ مدرسے۔ تکیے دوسری عمارات عالیہ بکثرت ہیں لیکن جدید عمارتوں میں بڑے ڈاک خانہ و دیوان عمومیہ کی عمارت نہایت ہی خوبصورت و عالیشان ہے۔ ایرانی سفارتخانہ کی بھی عمارت بہت ہی خوبصورت اور باب عالی کے قریب واقع ہے۔ واضح رہے کہ روم میں تکیہ خانقاہ کو کہتے ہیں اور اسلامبول میں ہر قوم کا تکیہ علیحدہ بنا ہوا ہے جہاں اس قوم کے فقرا اور غریب مسافر آکر قیام کرتے ہیں لیکن ایران میں تکیہ امام باڑہ کو کہتے ہیں البتہ جدید فارسی میں امام باڑہ کو حسینیہ کہتے ہیں اور تکیہ کی لفظ کا استعمال بڑے شہروں میں متروک ہو گیا ہے۔

اسلامبول میں قہوہ خانے کثرت سے ہیں اور بعضے ایسے خوبصورت و عالیشان ہیں کہ پیرس کے قہوہ خانوں کا مقابلہ کرتے ہیں بعض قہوہ خانوں میں آدھی رات تک عربی و ترکی ساز بجا کرتے ہیں اور شامی مرد و عورت جو عموماً یہودی یا نصرانی ہوتے ہیں عربی و ترکی گیت گاتے رہتے ہیں۔

ترکوں کو قومی امور کی جانب نہایت ہی انہماک ہے چنانچہ جمعہ کے دن کوئی شخص کسی مذہب یا کسی سلطنت کی رعیت ہو اپنی دکان یا دفتر نہیں کھول سکتا یہاں جمعہ کا دن ویسا ہی معلوم ہوتا ہے جیسا لندن میں اتوار کا دن۔ یہ دیکھکر مجھ کو تہادر جمعہ

خوشی ہوئی۔ اپنے زمانہ وزارت میں سید ضیاء الدین صاحب نے ایسا ہی حکم طہران میں جاری کیا تھا لیکن اب ضاخاں کے زمانہ میں اُسپر عمل نہیں کیا جاتا۔

اسلامبول کی عمارات و مساجد و آداب معاشرت کے متعلق میں زیادہ تفصیل سے لکھنا ضروری نہیں سمجھتا کیونکہ بعض حضرات اُن مطالب کو اپنے سفرناموں میں مفصّل لکھ چکے ہیں البتہ جن لوگوں کی یہ خواہش ہو کہ اسلامبول میں ترکوں سے معاشرت کریں اور انکی تمدنی حالت سے واقفیت حاصل کریں اُنکو چاہیئے کہ ترکی یا کم سے کم فرنچ زبان بقدر ضرورت سیکھ کر اسلامبول جائیں۔ اگرچہ اب انگریزی بھی اسقدر جاری ہوگئی ہے کہ بہت سے ترک اُسکو جانتے ہیں لیکن فرنچ سے عام طور پر تعلیم یافتہ ترک واقف ہوتے ہیں۔ اگر کوئی شخص فارسی بقدر ضرورت کے جانتا ہو تو تعلیم یافتہ ترک سے گفتگو کرنے سے ضرور مدد مل سکتی ہے کیونکہ ہندوستان کے مسلمانوں کی طرح ترک بھی فارسی ابتدا میں پڑھتے ہیں۔

ہر شخص غالبًا اسکو جانتا ہے کہ اسلامبول کے ترک پہلے ہی سے دوسرے ملک کے مسلمانوں سے زیادہ ترقی یافتہ تھے لیکن اس جنگ عمومی کے بعد سے بہت ہی سرعت کے ساتھ مراحل تمدن و تہذیب کو طے کر رہے ہیں۔ اس امر کا ثبوت وہاں کے عورتوں کی تعلیمی و تمدنی حالت کو دیکھکر ہوتا ہے۔ دنیا کی تمام متمدن قوم کا

عقیدہ بلکہ میرے نزدیک بدیہی امر ہے کہ ہر قوم کی ترقی زیادہ تر عورتوں ہی کی
تعلیم و تہذیب پر موقوف ہے ہندوستان کے تمام مسلمان تمام دنیا کے مسلمانوں
سے اسی وجہ سے پیچھے رہ گئے ہیں کہ ان کی عورتیں تمام دنیا کی مسلمان عورتوں
سے تعلیم۔ تمدن اور آداب معاشرت وغیرہ میں بہت ہی پیچھے ہیں۔ اسلامبول
ملا. اور دوسرے اسلامی ملکوں میں عورتوں کی تعلیم عام طور پر جاری ہے اور مکان کی
چار دیواری میں محبوسانہ زندگی نہیں بسر کرتیں کہ اُن کی اور اُنکے بچوں کی صحت
خراب ہو جائے۔ ہر طبقے کی عورتیں عام طور پر باہر جاتی ہیں اور خرید و فروخت خود
کرتی ہیں بلکہ بعض بڑی دوکانوں مین مثل یورپین عورتوں کے ملازمت کرتی
ہیں۔ ترکوں نے عورتوں کے حقوق کا اسقدر خیال رکھا ہے کہ کوئی شخص بغیر
کسی عذر شرعی کے ایک سے زیادہ عورت حبالۂ نکاح میں نہیں لاسکتا اور یہ بھی
قانون وضع کر دیا گیا ہے کہ اگر کوئی مسلمان جو کسی دوسری سلطنت کی رعیت ہو
کسی ترکن سے عقد کرے اور عثمانی ملک میں قیام کرنا چاہے تو اُسپر لازم ہوگا کہ
وہ عثمانی سلطنت کی رعیت ہو جائے وگرنہ وہ ترکی سلطنت سے مع اپنی ترکن
بیوی کے نکالدیا جائیگا۔ چنانچہ دو تین ایرانی جنھوں نے ترکنوں سے عقد
کیا تھا اِس قاعدہ کی پابندی نہ کرنے کی وجہ سے یعنی عثمانی سلطنت کی تبعیت

قبول نہ کرنے کی وجہ سے اسلامبول سے مع اپنی بیویوں کے نکالدئے گئے۔

واضح رہے کہ یہ امر اسوجہ سے نہیں کیا گیا کہ ایرانی شیعہ تھے کیونکہ ترکوں کے نزدیک شیعہ وسنی میں باہمی نکاح کو ناجائز سمجھا جاتا ہے جیسا کہ ایران میں بھی انکا رواج ہے۔ میں نے کئی سنی المذہب ہندوستانی وعرب کو دیکھا کہ ایران میں شیعہ عورتوں کے ساتھ نکاح کیا۔ میں ہندوستان میں دو تین سنی مسلمانوں کو جانتا ہوں کہ جو ایران میں شیعہ عورتوں کے ساتھ نکاح کر کے اپنے ہمراہ اُن کو ہندوستان لائے ہیں غالباً خان بہادر مولا بخش صاحب نے جو گورنمنٹ آف انڈیا کے فارن آفیس میں ملازم تھے مشہد مقدس میں ایک اچھے خاندان کی شیعہ عورت سے نکاح کیا تھا۔ اسطرح بہت سے ایرانی مردوں نے ترکی اور مصری عورتوں سے نکاح کر لیا ہے۔

بہتر ہوگا کہ جو شخص اسلامبول جانا چاہے اُسکو چاہیے کہ امریکن اکسپریس کمپنی سے جسکی ایک شاخ بمبئی میں اور ایک اسلامبول میں ہے ضروری امور کے متعلق خط وکتابت کرے اسلامبول جانے کے لئے بہت ہی کم اسباب اپنے ہمراہ لیجاوے کیونکہ تمام ضروری چیزیں وہاں ملجاتی ہیں۔ میرے خیال میں اسلامبول کا روزانہ خرچ قریب ۱۲ شلنگ کے ہوگا اسطرح پر کہ کسی اسلامی یا یورپین ہوٹل میں ایک کمرہ لے لے اور کھانا جس ریسٹارنٹ میں چاہے کھا لیا کرے۔ البتہ اگر زیادہ قیام کرنا چاہے تو

قدہ کوئی۔ گیوز تپہ۔ اِرن تپہ یا بیوک درہ وغیرہ میں جاکر کسی بورڈنگ ہاؤس یا کسی ترک کے مکان میں ایک کمرہ لیکر قیام کرے ایسی صورت میں مصارف بھی کم ہونگے اور ترکوں سے معاشرت کرنے کا بھی زیادہ موقع ملے گا۔

فصلِ دوم روانگی از اسلامبول بہ بیروت

اسلامبول سے روانہ ہونے سے دو تین روز پہلے ترکی پولیس سے اجازت نامہ روانگی کا حاصل کیا کیونکہ کوئی شخص اسلامبول سے بغیر پولیس سے اجازت نامہ تحریری لئے ہوئے کسی دوسرے شہر کو نہیں جاسکتا۔ لائڈ ٹرسٹینو کمپنی سے ۱۲ لیرہ یعنی تقریباً ۱۴ پونڈ کے اول درجہ کا ٹکٹ بیروت تک کے لئے خرید کیا اور جمعہ کے روز اسلامبول سے روانہ ہوا۔ جہاز کے روانہ ہونے سے پہلے پولیس کا افسر جہاز پر آیا اور پاسپورٹ اور اجازت نامہ روانگی کا ملاحظہ کیا۔ جہاز نے ساڑھے گیارہ بجے دن کو لنگر اٹھایا۔ جہاز پر ایک ترک کامل آفندی سے ملاقات ہوئی جو مع اپنے بیٹے امین آفندی اور ایک چرکس ملازم کے بغداد جارہے تھے۔ ان لوگوں سے مراسم بڑھ گئے اور ہمیشہ ہندوستان اور یورپ کے سیاسی و تمدنی مسائل پر گفتگو ہوا کی۔ امین آفندی نہایت ہی خوبصورت

شادی نہیں ہوئی تھی۔ فرنچ خوب جانتے تھے مسکرات و دخانیات سے قطعی پرہیز کرتے تھے علم تاریخ کو خوب جانتے تھے اور جنگ میں بھی خدمت کر چکے تھے خلافت عثمانی کے سخت مخالف تھے اور اُنکا اعتقاد تھا کہ سلاطین دنیاوی خلافت کے مستحق نہیں ہو سکتے تاوقتیکہ وہ احکام شریعت کے پابند نہوں۔ اُنکا یہ بھی خیال تھا کہ نقطہ نظر سیاست سے خلیفہ کا اسلامبول میں رہنا غیر مناسب ہے۔

دوسرے دن شنبہ کو جہاز (Smyrna) ازمیر پہونچا۔ میں ترک رفیقوں کے ہمراہ ایک کشتی میں سوار ہو کر شہر دیکھنے کے لئے کنارہ پر گیا۔ اس شہر کو یونانیوں نے زمانہ جنگ میں قبل تخلیہ کرنے کے جلا دیا تھا اسلئے وہ بہت ہی ابتر حالت میں تھا۔ یہ تجارت کا بہت ہی بڑا بندرگاہ ہے انجیر کی پیداوار اسکے اطراف میں بکثرت ہوتی رہی ہے اور دوسرے ملکوں کو لاکھوں من انجیر یہاں سے جاتی ہے زمانہ جنگ میں بہت سے یورپین تجار یہاں سے چلے گئے تھے لیکن اب دوبارہ کچھ واپس آ رہے ہیں۔ اس جہاز پر ایک انگریز اور اسکی بیوی سے ملاقات ہوئی لیکن اُن لوگوں کے لہجہ سے معلوم ہوتا تھا کہ انگریز نہیں تھے اور غالبا اپنی اصلی قومیت کو چھپانے کے لئے انگریزی میں گفتگو کرتے تھے بسبب یوم ولادت حضرت پیغمبر صلعم ہونے کے تمام جہازوں اور عمارات پر پھریرے اور جھنڈے نصب

گئے گئے تھے۔ تمام شب جہاز یہاں ٹھہرا رہا۔ دوسرے روز صبح کو جہاز یہاں سے روانہ ہوا
اور تمام دن رات چلکر دوشنبہ کے دن سات بجے صبحکو مقام روڈس (Rhodes)
پہونچا۔ یہ بندرگاہ ایطالی والوں کے قبضہ میں ہے۔ جنگ بلقان کے بعد اُن لوگوں نے
بدون کسی جنگ کے اِس شہر پر قبضہ کر لیا تھا اور چونکہ اُسوقت کوئی ترکی فوج وہاں
موجود نہ تھی اِسلئے اُن لوگوں نے موقع پاکر شہر پر تصرف کر لیا۔ یہاں پر یونانی اور
ایطالیائی بکثرت آباد ہیں مسلمان رعایا ایطالیائی حکام سے خوش نہیں معلوم ہوتے
یہاں کے لیمو اور نارنگی بہت مشہور ہیں اور کثرت سے پیدا ہوتے ہیں شہر نہایت ہی
صاف اور روبہ ترقی ہے۔ یہاں سے دو بجے شب کو جہاز روانہ ہوا۔ اور دوسرے روز
صبح کو انطالیہ پہونچا۔ یہ مقام ترکوں کے قبضہ میں ہے۔ چونکہ یہاں جہاز تھوڑی ہی
دیر ٹھہرا تھا اِسلئے کنارہ پر نہ جا سکا۔ جہاز دوپہر کو روانہ ہو گیا اور تمام شب چلکر
دوسرے روز صبح کے وقت جزائر سائپرس (Cypress) کے بندرگاہ
لیموسل پر پہونچا۔ اُسکو دیکھنے کے لئے کنارہ پر گیا لیکن یہاں وہ رونق نہیں
پائی جو دوسرے بندرگاہوں میں تھی۔ بہت سے یونانیوں کو انگریزی ٹوپی پہنے ہوئے
اور پا برہنہ مزدوری کرتے ہوئے دیکھا۔ یہ لوگ نہایت ہی ذلیل حالت میں تھے
اور بہت ہی کثیف اور پھٹے کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ یہ شہر انگریزوں کے قبضہ میں ہے

اِس شہر میں تقریباً ساٹھ ہزار ترک اور تین لاکھ یونانی آباد ہیں۔ تعلیم کی بہت ہی کمی ہے۔ بعض ماشندوں نے اِس امر کی سخت شکایت کی۔ ایک ترک یہیں کا رہنے والا اسلامبول سے میرا ہم سفر تھا اور انگریزی بول لیتا تھا۔ اُسنے کہا کہ انگریزی حکومت یہاں کے لوگوں کو اعلیٰ قسم کی تعلیم دینا پسند نہیں کرتی۔ میں نے کہا کہ اگر فی الواقع ایسا ہے تو بہت ہی اچھا ہے کیونکہ ہندوستان میں اعلیٰ تعلیم کا نتیجہ نہ گورنمنٹ اور نہ ہندوستانیوں کے لئے مفید ثابت ہوا تمام ہندوستانی تعلیم یافتہ عموماً اپنے پرانے مراسم بیہودہ میں باوجود تعلیم جدید کے مبتلا ہیں اور انکی تمدنی حالت میں بہت ہی کم ترقی ہوئی ہے انکی تعلیم ایسی ہے کہ بجز سرکاری ملازمت کرنے کے اور کسی قابل وہ نہیں ہوتے اِسلئے اُنکے وجود سے ملک کی ثروت میں ایک کوڑی کا بھی اضافہ نہیں ہوتا۔ انکی دماغی تعلیم کا یہ نتیجہ ہے کہ تعصب مذہبی روز بروز روبہ ترقی ہے اور بہت سے اعلیٰ درجہ کے تعلیم یافتہ مذہبی نزاع کے پیدا کرنے میں لیڈر بنجاتے ہیں۔ اعلیٰ تعلیم کا نتیجہ گورنمنٹ کے لئے اسوجہ سے مفید نہیں ثابت ہوا کہ جن لوگوں نے اعلیٰ تعلیم انگریزی کی حاصل کی ہے اُن کو عموماً ایسے عہدے نہیں ملتے جنکی وہ توقع کرتے ہیں اور جسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ گورنمنٹ کی مخالفت کرنے پر آمادہ ہوجاتے ہیں اگر اُنکو علوم تجارت و فنون صنعت و حرفت کی تعلیم دی جاتی تو یہ نتیجہ نہ ہوتا۔ میری گفتگو سے اُس ترک کو پہلے کچھ تعجب ہوا لیکن

چونکہ زمانہ جنگ میں کچھ ہندوستانی فوج کو اُنہنے سائپرس میں یا کسی اور مقام پر دیکھا تھا اسلئے اُنہنے بھی میرے خیال کی تصدیق کی کہ فی الواقع ہندوستان کے لوگ تمدنی حالت میں ابھی بہت ہی پیچھے ہیں۔ یہ عجیب بات دیکھی کہ جہاں یہاں کے لوگ زمانہ جنگ میں ہندوستان سے باہر گئے بجز اسکے کہ وہاں کے باشندوں کی نظر میں زیادہ حقیر و ذلیل ہو گئے اور کوئی نتیجہ نہیں ہوا اسلامبول بیروت شام عراق و ایران میں ہندوستانی اب سابق سے زیادہ مبتذل ہو گئے ہیں عراق و حجاز میں ہندوستان کے حضرات "ہندی بطّال" و ہندی بابا چورتی" کے القاب سے پکارے جاتے ہیں اور بعض ایرانیوں نے ازراہ تمسخر و استہزا ہندیوں کی شان میں یہ شعر نظم کیا ہے شعر "ما مردم ہندیم و بود آں وطنِ ما ٭ ما کُشتۂ دالیم و چپاتی کفن ما"

طہران میں ایک موقع پر مجھکو بہت ہی شرم معلوم ہوئی جب ایک ایرانی نے جو محکمہ مال میں ایک اچھے عہدہ پر ممتاز تھا بہت سے تعلیم یافتہ ایرانیوں کے مجمع میں مجھ سے پوچھا کہ کیا ہندی لوگ ابھی سیگرٹ کا استعمال کرنا نہیں جانتے کہ بجاے اسکے کہ ہونٹھوں سے لگا کر پئیں اُسکو مٹھی کے اندر رکھکر مثل حقے کے پیتے ہیں دوسرے صاحب نے کہا کہ میں نے اکثر ہندی سپاہیوں کو دیکھا ہے کہ وہ پائجامہ کا استعمال نہیں کرتے اور اکثر تمام جسم میں تیل لگا کر زمین پر آفتاب میں اکڑوں بیٹھے رہتے ہیں۔ ان اعتراضات کا میں نے کچھ جواب ضرور دیا لیکن فی الحقیقت وہ ایسا جواب نہیں تھا کہ وہ لوگ

قبول کر لیتے۔ اگر اچھے تعلیم یافتہ لوگ یہاں سے اِن ملکوں میں جاتے تو ممکن تھا
کہ ہندیوں کی جانب سے وہاں کے لوگوں کا خیال اچھا ہو جاتا کیونکہ میرا ذاتی تجربہ
ہے کہ وہ لوگ تعلیم یافتہ و روشن خیال ہندوستانیوں سے ملکر نہایت ہی خوش ہوتے
ہیں۔ وہاں کے لوگ ابتک نہیں جانتے کہ ہندوستانیوں کو اعلیٰ عہدے یہاں
ملتے ہیں کیونکہ اُن لوگوں کا خیال ہے کہ ہندوستانی عموماً ابتک اس قابل نہیں ہوئے
ہیں کہ اُنکو انگریز اعلیٰ مرتبہ کی نوکریاں دیسکیں جب میں نے ہندوستان کی ریفارم
اسکیم کا ذکر کیا تو اسلامبول اور طہران میں بہت سے لوگ سنکر کہنے لگے کہ ابھی کم سے کم
تیس چالیس برس کی تعلیم کے بعد یہ حقوق اگر ہندوستانیوں کو دئے جاتے تو زیادہ مناسب
ہوتا۔ بہرحال اس سائیرس کے ترک سے بہت دیر تک مجھ سے تعلیم کے مسئلہ پر گفتگو
رہی اور اثنائے کلام میں معلوم ہوا کہ وہ اپنی اولاد کو اسلامبول تعلیم دینے کیلئے
بھیجنا چاہتا تھا۔ میں نے کہا کہ جب آپکے ملک میں انگریزی حکومت ہونیکی وجہ سے
انگریزی زبان کا جاننا زیادہ مفید ہے تو آپ اپنے بچوں کو علیگڈھ کالج یا لندن کیوں
نہیں بھیجتے اُسنے کہا کہ نہ تو ہندوستان کی آب و ہوا اچھی ہے اور نہ وہاں کا طرز معاشرت
مہذبانہ طریقے کا ہے اسلئے علیگڈھ میں نہیں بھیج سکتا۔ لندن بھیجنا بھی میرے
نزدیک زیادہ مفید نہیں ہوگا۔ میرا ارادہ ہے کہ پہلے اُنکی ابتدائی تعلیم اسلامبول میں ہو

اُسکے بعد انجینیری یا ڈاکٹری پڑھنے کے لئے جرمنی بھیجدونگا۔ اگر میرا مقصود گورنمنٹ
کی ملازمت دلانا ہوتا تو البتہ لندن انگریزی تعلیم کے لئے بھیجتا۔ میں شہر کی تھوڑی سی
گشت کرکے ڈاک خانہ گیا وہاں ایک ترک کلرک سے ملاقات ہوئی جو انگریزی بول سکتا
تھا اُسنے بھی کمی تعلیم کی شکایت کی اُس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ یہاں تین چار بیرسٹر
ہیں جنمیں سے دو یا تین مسلمان ہیں پھر میں کچہریوں کی طرف گیا اور وہاں معلوم ہوا کہ
عدالت دیوانی میں چیف جج انگریز اور ایک جج مسلمان اور دوسرا جج یونانی
ہوا کرتا ہے کچہریوں میں موکلوں کا اسقدر مجمع نہیں دکھائی دیا جیسا ہندوستان میں ہوا کرتا ہے
میں نے خاص طور پر اسلامبول اور طہران میں کچہریوں کو جاکر دیکھا تو وہاں ہندوستانی
کچہریوں کی سی بھیڑ کہیں نہیں دیکھی میرے خیال میں ہندوستان سے زیادہ کسی
ملک میں مقدمہ بازی کا رواج نہیں ہے اور اسی سے ثابت ہوتا ہے کہ ہندوستانی
کسی زمانہ میں سلف گورنمنٹ یعنی استقلال کامل کے مستحق نہیں ہونگے جس طرح میرا
اعتقاد خدا کے وجود کا ہے اسیطرح کی ناقابلیت کا بھی ہے۔ شہر کو
دیکھکر میں جہاز واپس پر آیا پنجشنبہ کے روز سہ پہر کو جہاز کا لنگر اُٹھا اور اسی درشب کے
جہاز لارنکار (Lanarca) میں جو جزائر سائپرس کا دوسرا بندرگاہ ہے
پہونچکر اور چونکہ چھوٹا سا بندرگاہ ہے اسلئے اُسی شب کو تھوڑی دیر ٹھہر کر

وہاں سے روانہ ہوگیا۔ دوسرے دن صبح کے وقت جہاز مرسین (Mersin)
پہونچگیا۔ یہ بندرگاہ ترکوں کے قبضہ میں ہے۔ یہاں تمام دن جہاز ٹھہرا رہا۔ اور
بہت سی روئی اور اُون یہاں جہاز میں لادی گئی مقام ادنہ جو یہاں سے ریل سے
ڈھائی گھنٹہ کی راہ ہے روئی کی کان ہے اور تمام ضلع میں بکثرت روئی پیدا ہوتی
ہے۔ یہاں کے لوگ عربی زبان بولتے ہیں۔ یہاں سے جہاز شب کو دس بجے روانہ ہوا
اور دوسرے دن صبحکو الگزاندرٹ (Alexandretta) پہونچا۔ یہ شام کا
بندرگاہ ہے اور فرنچ کے زیر نگرانی ہے۔ جہاز تمام دن ٹھہرا رہا اور ہزاروں بھیڑ
وبکری یہاں سے سوار کی گئیں۔ یہاں کے لوگ بھی عربی بولتے ہیں۔ یہاں سے
جہاز ۵ بجے شام کو روانہ ہوا اور تمام رات چلکر صبح کو آٹھ بجے طرابلس شام میں
پہونچا۔ طرابلس شام اسکو اسوجہ سے کہتے ہیں کہ دوسرے طرابلس کو طرابلس غرب
کہتے ہیں۔ یہ بندرگاہ بھی فرنچ کے زیر نگرانی ہے یہاں سے نارنگیاں بکثرت
لادی گئیں اور ۱۱½ بجے دن کو جہاز روانہ ہوکر اُسی روز چار بجے شام کو بیروت پہونچگیا
ناظرین کو معلوم ہوگیا ہوگا کہ اسلامبول سے بیروت تک آنے میں جو مختلف بندرگاہ
ملتے ہیں اُنمیں سے کوئی تو ترک کوئی ایطالی کوئی انگریزی اور کوئی فرنچ کے
قبضہ میں ہے۔ جہاز سے اُتر کر ایک کشتی میں سوار ہوا اور کنارے گیا مگر کھانہ میں

اسباب کو دھلا کر ایک ہوٹل میں جا کر قیام کیا اسکا نام ادنہ ہوٹل تھا اور اسکا منیجر ایک یونانی تھا۔ ایک لیرہ یومیہ پر ایک کمرہ بدون خوراک لیا۔ یہاں کا ایک لیرہ دو ترکی لیروں کے برابر ہوتا ہے۔ اس حساب سے یہاں کے ایک لیرہ کی قیمت ۵ شلنگ یعنی قریب تین رُپیہ بارہ آنہ کے ہوئی۔ شب کو ایک قہوہ خانہ میں جا کر ترک رفیقوں کے ساتھ کھانا کھایا۔ قہوہ خانہ بہت ہی بڑا تھا جسمیں ہر قوم کے لوگ عیسائی یہودی اور مسلمان کھانا کھا رہے تھے۔ کھانا کھا کر دوسرے قہوہ خانہ میں جو بہت ہی وسیع تھا اور جسمیں چشمہ کا فوارہ جاری تھا چاے اور نرگیلہ یعنی پیچوان پیا۔ جب وہاں سے ہوٹل واپس آ رہا تھا تو راستہ میں ایک اور قہوہ خانہ دیکھا جسکے بالاخانہ میں بہت ہی زیادہ برقی روشنی ہو رہی تھی اور کثرت سے مجمع تھا۔ اُسکے باہر یہ اعلان لگا ہوا تھا "

"سیدنا الشیخ عبد القادر یعنی هذا المساء"

"یعنی آج کی شب کو سیدنا شیخ عبد القادر صاحب گائینگے"۔ چونکہ میرے رفقا ترکی اور عربی سے ناواقف تھے اسلئے ہم لوگ وہاں نہیں گئے بلکہ سیدھے ہوٹل چلے گئے۔ بیروت میں دو ہی روز رہا اسلئے نہ کسی سے مل سکا اور نہ اچھی طرح بیروت اس مرتبہ دیکھ سکا۔ بیروت میں بہت سی پرانی عمارتیں گر گئی ہیں لیکن اُسکے بجاے بہت سی جدید دوکانیں ہوٹل قہوہ خانے اور بنک وغیرہ زیر تعمیر ہیں۔ یہاں کی علمی ترقی کی حالت سے ہر شخص واقف ہے

اِسلئے اُسکے لکھنے کی ضرورت نہیں ہے چونکہ میں نے فرانس میں شام آنے کے لئے
فرنچ گورنمنٹ کا ویزہ (Visa .) اپنے پاسپورٹ پر نہیں کرایا تھا
اِسلئے مجھکو فرنچ کونسل کے پاس جاکر ۲ لیرہ ۲۷ پیاسٹر فیس دیکر ویزہ کرانا پڑا۔

فصل سوم از بیروت تا بغداد

دوشنبہ کے روز بیروت سے ایک موٹر بغداد جانے کے لئے کرایہ کرکے ۲ بجے
دن کو دمشق یعنی شام روانہ ہوگئے اور ۵ بجے دمشق پہونچگئے۔ ایک ہوٹل میں جسکا نام
دَارُ الفُرُوج تھا جاکر قیام کیا اس شہر میں قہوہ خانہ اور لوقاندہ یعنی رسٹارنٹ جسکو
یہاں فرنچ زبان کے تلفظ کے لحاظ سے "راستوران" لکھتے ہیں بکثرت ہیں اور کھانے
اچھے اور سستے ہیں۔ انگور اندنوں بکثرت اور نہایت ہی لذیذ تھا۔ ایسا عمدہ انگور
میں نے اِس سے قبل کہیں نہیں کھایا تھا۔ شام کی حالت ویسی ہی ہے جیسی پہلے
تھی بعض بازار نہایت ہی خراب اور کثیف ہیں۔ البتہ فرنچ نے چند جدید عمارتیں
تعمیر کرائی ہیں اور سواد شہر میں کثرت سے باغ اور چشمے ہیں۔ بعض فرنچ افسروں
سے اثنائے گفتگو میں معلوم ہوا کہ فرنچ شام سے چلے جانے کے لئے بالکل تیار ہیں
کیونکہ اس ملک کی آمدنی کم اور مصارف زیادہ ہیں اسلئے فرنچ گورنمنٹ کو یہاں
رہنے سے کوئی فائدہ نہیں ہے۔ جب جمعیت اتحاد الاقوام کا حکم شام کو چھوڑ دینے کا

ہوگا فرنچ فوراً اُسکا تخلیہ کر دینگے۔ اُس افسر نے یہ بھی کہا کہ اگر برٹش گورنمنٹ عراق کو چھوڑ دے تو فرنچ بھی فوراً شام سے چلے جائینگے۔ بادی النظر میں بالکل نہیں معلوم ہوتا کہ یہاں فرنچ کی حکومت ہے تمام انتظام عرب حکام کرتے ہیں اور فرنچ گورنمنٹ برائے نام نگرانی کرتی ہے۔ دوسرے روز شنبہ کو اسی موٹر پر جس میں بیروت سے آئے تھے بغداد جانے کیلئے روانہ ہوئے۔ پوری موٹر ہم چار آدمیوں نے بیروت سے بغداد تک کیلئے چالیس پونڈ کرایہ پر لی تھی۔ یہ موٹر ایک ارمنی کی تھی اور خود مالک موٹر ہم لوگوں کے ساتھ شام تک آیا تھا۔ یہاں سے ایک مسلمان شوفر ہم لوگوں کو لے چلا یہ موٹر اس صحرا کے راستہ سے چلی جس راستہ سے نیرن کمپنی (Nairn Coy) کی موٹریں جاتی ہیں۔ اس راستہ میں نہ کوئی آبادی ہے اور نہ کہیں پانی ملتا ہے۔ بجز زمین و آسمان کے دوسری کوئی چیز نظر نہیں آتی۔ شام سے بغداد تک کی مسافت قریب ۵۰۰ میل کے ہے۔ واضح رہے کہ علاوہ معمولی کرایہ کی موٹروں کے دو ایور وین کمپنی کی موٹریں بیروت سے بغداد اور بغداد سے طہران تک جاتی ہیں۔ ایک کا نام:- Eastern Trans-Port Company ہے۔ پہلی انگریزی اور دوسری فرنچ ہے دونوں کمپنیاں بیروت سے بغداد تک کے لئے فی کس ۲۵ پونڈ کرایہ لیتی ہیں۔ اور اسیقدر بغداد سے طہران تک کا بھی

کرایہ ہے۔ انگریزی کمپنی کی موٹر شام سے بغداد تک کم سے کم ۲۶ گھنٹے میں جاتی ہے اور صحرا میں کہیں نہیں ٹھہرتی لیکن فرنچ کمپنی کی موٹر ایک شب پالمیرا Palmyra اور ایک شب ایک دوسرے مقام پر ٹھہرتی ہوئی جاتی ہے۔ ان دونوں مقاموں پر کمپنی کی طرف سے مسافروں کے لئے قیامگاہیں (Rest House.) بنی ہوئی ہیں اور خوراک اور خوابگاہ کمپنی کی جانب سے مہیا کی جاتی ہے۔ یہ راستہ انگریزی کمپنی کی راہ سے زیادہ محفوظ ہے اور اگر کسی شخص کو عجلت نہ ہو تو اسی راہ سے جائے۔ میری موٹر جسمیں اور تین ترک سوار تھے شام سے سہ پہر کو روانہ ہوئے اور کچھ دور چلکر شب کو دس بجے صحرا میں ٹھہر گئی اور دوسری موٹر بھی جسکا شوفر ایک محمد علی ہندوستانی تھا ہملوگوں کی موٹر کے ساتھ ٹھہر گئی۔ صبح ہوتے ہی موٹر روانہ ہوئی لیکن ایک یا دو گھنٹہ چلی تھی کہ خراب ہوکر رک گئی۔ شوفر نے بہت کچھ کوشش کی لیکن کچھ فائدہ نہ ہوا۔ ہم لوگوں کے مایوسی کی حالت بڑھتی جاتی تھی اور کوئی تدبیر سمجھ میں نہیں آتی تھی۔ اتفاقاً دو موٹریں Nairn Coy کی قریب ۵ بجے شام کے ہمارے قریب سے بغداد کو جاتی ہوئی گذریں۔ ہم لوگوں نے ہاتھ اُٹھائے ایک تو ٹھہری ہی نہیں۔ لیکن دوسری ایک منٹ کے لئے رک گئی۔ ہمارے شوفر نے اس موٹر کے شوفر سے اپنی موٹر کے خراب ہوجانے کا حال بیان کیا۔

اِس موٹر کے مسافر یورپین تھے اور شوفر بھی فرنچ یا ایطالیائی معلوم ہوتا تھا
اُسنے ہنسکر عربی میں کہا کہ تم اب نہیں مرجاؤ اور یہ کہکر چلدیا۔ چونکہ اس صحرائے خطرناک
میں ہر شخص کو نفسی نفسی پڑی رہتی ہے اِسلئے ایک شخص دوسرے کی مدد نہیں کرنا چاہتا۔ اب
جوں جوں شام قریب ہوتی تھی ہم لوگوں کی شام غریباں خطرناک تر ہوتی جاتی تھی۔
ترک رفقا میں جو امین آفندی تھے وہ محنت کرنے سے باز نہ آتے تھے اور چونکہ
انھوں نے اسکول میں کچھ انجنیری پڑھی تھی اِسلئے وہ کچھ نہ کچھ انجن کے بنانے کی
فکر میں مشغول تھے حسن اتفاق سے قریب غروب کے انجن کچھ ٹھیک ہوا اور ہم لوگ
پھر شام کو واپس ہوئے۔ ایک یا دو گھنٹہ چلنے کے بعد صحرا روشنی سے بھرا ہوا دکھلائی دیا
اور بدو عرب اپنے خیمے جنکی تعداد سیکڑوں کی معلوم ہوتی تھی نصب کر رہے تھے۔ یہ
دیکھکر ہم لوگ بہت ہی خوفزدہ ہوئے کہ کہیں بدو عرب گولی مار کر ہم لوگوں کو
لوٹ نہ لیں مگر خدا نے خیریت کی اور موٹر بہت ہی سرعت کے ساتھ چلدی قریب
نصف شب کے ہملوگ صحرا میں ٹھہر گئے اور پھر علی الصباح روانہ ہوکر دوپہر کے وقت
دمشق میں پہونچگئے۔ دمشق پہونچتے ہی ہم لوگوں نے پولیس میں جاکر شوفر کی شکایت کی
اور کہا کہ یا تو موٹر والا ہمارا کرایہ واپس کرے یا دوسری اچھی موٹر بغداد تک کیلئے
دے۔ بعد از ہزار زحمت موٹر کا مالک بیروت سے بلوایا گیا اور اُسنے دوسری

موٹر دینے کا وعدہ کیا۔ شب کو پھر دار الفرح ہوٹل میں قیام کیا اور علی الصباح جامع اموی یعنی دمشق کی مشہور جامع مسجد کو جا کر دیکھا۔ اس مسجد میں وہ مقام بنا ہوا ہے جہاں حضرت امام زین العابدینؑ نے اسیری کی حالت میں خطبہ پڑھا تھا۔ مسجد اندر تو آراستہ ہے لیکن صحن خراب حالت میں ہے۔ اسی مسجد کے اندر حضرت یحییٰؑ پیغمبر کا مزار بھی بنا ہوا ہے۔ اہلبیت کے مظالم کی یادگاریں بھی کچھ موجود ہیں۔ حضرت زینبؑ کا مزار شہر سے باہر قریب چار میل کے فاصلہ پر بنا ہوا ہے۔

بارے جمعہ کے روز سہ پہر کو دوسری موٹر میں سوار ہو کر شام سے روانہ ہوا اور چھ سات گھنٹے چلکر شب کو صحرا میں ٹھہر گیا۔ دوسرے روز علی الصباح موٹر روانہ ہوئی اور تمام دن چلکر شب کو پھر صحرا میں ٹھہر گئی۔ دوسرے روز اتوار کے دن بہت سویرے موٹر چلی اور دس بجے دن کو مقام رمادی میں پہونچ گئی۔ چونکہ یہ مقام عراق کی سرحد ہے اسلئے گمرک خانے میں اسباب کا معائنہ ہوا۔ مفتش (انسپکٹر) جو عرب تھا نہایت ہی غور سے اسنے اسباب کا معائنہ کیا اور آخر میں ایک فارم بھرنے کے لئے دیا اور کہا کہ اسکو بغداد کے گمرک خانے میں لیجا کر دینا۔ وہاں سے روانہ ہو کر فلوجہ پہونچا اور وہاں بھی مختصر سا معائنہ کیا گیا اور ۲½ بجے دن کو بغداد پہونچگیا میں موٹر میں سیدھا گمرک خانہ گیا۔ ملازمین گمرک نے کہا کہ آج اتوار ہے اسباب

کہا کہ میں لندن سے آرہا ہوں اور میرے پاس کوئی اسباب قابل محصول نہیں ہے
اُسنے میرے اسباب کا معائنہ نہیں کیا اور کہا کہ تم اپنا اسباب لیجاؤ حالانکہ اُسنے میرے
رفقاے ترک کے اسباب کا بہت ہی سختی سے معائنہ کیا۔ چونکہ میں نے اس سے انگریزی
میں بات کی تھی اور یہ بھی کہا تھا کہ میں لندن سے آرہا ہوں اُسنے میرے ساتھ
یہ رعایت کی تھی وہ بالکل ایک نوجوان عرب تھا لیکن میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ وہ مسلمان
تھا یا یہودی یا نصرانی، اُسنے مجھ سے یہ بھی کہا کہ میں سال آیندہ رخصت لیکر
لندن جاؤنگا۔ میں اپنا اسباب حمال سے اُٹھواکر "Wellingdon
Hotel." ولنگڈن ہوٹل گیا جو یہاں کے بہت ہی اچھے ہوٹل موڈ
(Maude Hotel) کے مقابل میں واقع ہے۔ وہاں ایک کمرہ مع خوراک
کے دس روپیہ فی یوم پر لیا۔ چونکہ آج اتوار کا دن تھا اسلئے کثرت سے مرد و عورت
نصرانی، یہودی اور مسلمان بازاروں میں اچھے اچھے لباس پہنے ہوے پھر رہے تھے
لیکن اس مجمع میں مسلمان عورتیں بہت کم معلوم ہوتی تھیں۔ مجھکو اپنے قدیم احباب
سے ملنے کا اسقدر شوق تھا کہ اسی روز شام کے وقت پل کے دوسرے جانب
جو بغداد قدیم کے نام سے مشہور ہے گیا اور وہاں جاکر نواب احمد حسن خانصاحب سے ملا

اُنھوں نے زمانہ جنگ میں بسبب انگریزی رعیت ہونے کے بہت مصائب اُٹھائے تھے لیکن اب بھی اُنکو ویسا ہی خلیق اور زندہ دل پایا جیسا کہ وہ بائیس برس پہلے تھے۔ شب کو آٹھ بجے اُنکے پاس سے ہوٹل واپس آیا اور سفر کی تکان کی وجہ سے کھانا کھا کر فوراً سو رہا۔ اس ہوٹل کا مالک ایک عرب تھا جو علاوہ عربی کے انگریزی اور فرنچ بول لیتا تھا۔ میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ وہ عراق کا رہنے والا تھا یا شام کا۔ ہوٹل کے کل ملازم عرب تھے اور نہایت صاف کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ البتہ میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ وہ مسلمان تھے یا نصرانی۔ میرے علاوہ چند انگریز، دو تین امریکائی مرد و عورت دو ایک فرنچ اور دو چار شامی و مصری عرب بھی اُس ہوٹل میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ بجز میرے کوئی دوسرا ہندوستانی نہیں تھا۔ میں دوسرے روز وہاں سے کاظمین چلا گیا اور سید ناصر خادم کے مکان پر قیام کیا لیکن ہر روز کاظمین سے بغداد تھوڑی دیر کے لئے گھوڑے کی ٹرے موے پر سوار ہو کر آجایا کرتا تھا بغداد میں میونسپلٹی کی طرف سے تعلیم۔ صفائی۔ اور بجلی کی روشنی وغیرہ کا کافی انتظام ہے۔ حتیٰ کہ میں نے کاظمین میں بھی دیکھا کہ تنگ کوچوں میں میونسپلٹی کا جاروب کش جا کر جھاڑو دیتا تھا اور کوڑے کو اُٹھا کر لیجاتا تھا۔ چونکہ بغداد کے باشندے صفائی وغیرہ کے خواہاں ہیں۔ اسلئے حکومت عراق بھی انگریزی گورنمنٹ کی مدد سے اُنکے لئے ہر امر کا

انتظام کررہی ہے۔ ہندوستان کے لوگ چونکہ صفائی کے خوگر نہیں ہیں اسلئے اگر
یہاں گورنمنٹ کی جانب سے کچھ انتظام بھی کیا جاتا ہے تو عموماً لوگ اسکو پسند نہیں کرتے
جب سے میونسپلٹی ہندوستانیوں کو دیدی گئی ہے حالت بدتر ہوتی جاتی ہے اور
غالباً کچھ دنوں کے بعد سڑک روشنی اور صفائی وغیرہ کی حالت ویسی ہوجائیگی جیسی
ہزاروں برس سے تھی۔ یہاں کی تمدنی حالت میں پہلے ہی سے ترقی موجود تھی
اور اب تو اور بھی زیادہ ہوگئی ہے تعلیم کی جانب عام توجہ ہورہی ہے اور بہت سے
ابتدائی مدرسے جاری ہوگئے ہیں۔ ان مدرسوں میں چھ درجے ہوتے ہیں اور تمام
مضامین عربی میں پڑھائے جاتے ہیں البتہ چوتھے درجہ سے چھٹے تک انگریزی
بطور زبان ثانوی ("Second language.") کے پڑھائی
جاتی ہے۔ ان کے علاوہ اور مدارس اعدادیہ یعنی (Intermediate
Schools.) بغداد۔ بصرہ اور موصل میں قائم کردئے گئے ہیں۔ میں نے ایک
ابتدائی اسکول کو جو کاظمین میں تھا جاکر دیکھا۔ وہاں کی عمارت۔ صفائی۔ فرنیچر اور
انتظام تعلیم وغیرہ کو دیکھکر نہایت ہی تعجب ہوا معلوم ہوتا تھا کہ ہندوستان کا
ایک چھوٹا سا ہائی اسکول ہے۔ لڑکیوں کے لئے بھی چند ابتدائی مدرسے کھل گئے
ہیں اور انکی تعلیمی روز افزوں ترقی کررہی ہے۔ بغداد میں عورتوں کا ایک کلب بھی

قائم ہوگیا ہے اور تعلیم یافتہ عورتوں نے سیاسی اور تمدنی معاملات میں حصہ لینا
شروع کردیا ہے۔ بڑے ڈاک خانہ میں سالار خاں بلوچی سے جو اسسٹنٹ پوسٹ ماسٹر
ہیں ایک اپنے قدیم ملاقاتی فہمی آفندی کا پتہ پوچھکر اُنسے ملنے گیا۔ اب وہ بغداد
میں فہمی المدرس کے نام سے مشہور ہیں جس زمانہ میں میں مع سجاد حیدر صاحب کے بغداد
کے قونسل خانہ میں ترجمان تھا اُسوقت ہم لوگوں سے اور اُنسے بہت ہی گہرے
مراسم تھے اُسوقت وہ معمم اور ریشدار تھے اور ترکی گورنمنٹ گزٹ کے ایڈیٹر تھے۔ اب جو
میں نے اُنکو دیکھا تو وہ یوروپین وضع میں تھے اور چہرہ بھی صاف تھا۔ اثنائے گفتگو میں
معلوم ہوا کہ وہ جدید دارالفنون کے جسکا نام "جامعۃ آل البیت" ہے ڈائرکٹر ہیں
اور مبلغ نو سو روپیہ ماہوار تنخواہ پاتے ہیں۔ جو رفتہ رفتہ پندرہ سو روپیہ تک ہو جائیگی
اِس دارالفنون کا نام جامعۃ آل البیت اسوجہ سے رکھا گیا ہے کہ امیر فیصل بادشاہ
عراق جو اُسکے مربی ہیں حسنی نسب کے سید ہیں۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ بادشاہ کی
موٹر پر جو اُن کو لینے آئی تھی مجھے اِس دارالفنون کے دکھانے کو لیگئے اور برہان الدین
آفندی جو خاندان نقیب کے ایک تعلیم یافتہ جوان تھے اور یوروپین لباس پہنے ہوئے
تھے وہ بھی ہم لوگوں کے ساتھ گئے۔ یہ دارالفنون صیغۂ اوقاف کی طرف سے تعمیر ہو رہا ہے
اور کابینۂ یعنی ہیئت وزراء کے زیر نگرانی ہے وزارت معارف یعنی صیغۂ تعلیم سے

اُسکو کوئی تعلق نہیں ہے۔ ابھی صرف شعبۂ دینیات و ہندسہ کے لئے ایک عمارت دو منزلہ نہایت ہی خوبصورت و مضبوط تیار ہوئی ہے۔ نیچے کے حصہ میں دینیات کے درجے اور اوپر کے حصہ میں ہندسے کے کلاس ہیں۔ ادب، فنون، حقوق و طب کے لئے ابھی عمارتیں نہیں تیار ہوسکی ہیں۔ صرف موجودہ عمارت کی تعمیر میں قریب سات لاکھ روپیہ کے صرف ہوچکا ہے تعلیم دینیات کیلئے فرنیچر۔ ریڈنگ روم و مدرسوں کے لئے میٹنگ روم وغیرہ اسی طرح پر مہیا کئے گئے ہیں جیسا کہ یورپ کے عام کالجوں میں ہوا کرتے ہیں۔ ان دینیات کے درجوں میں علم تفسیر و احادیث وغیرہ کی جو تعلیم ہوتی ہے وہ بطریق جدید مصر کے طریقہ پر ہوتی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ اس امر کی بہت زیادہ ضرورت ہے کہ ہندوستان میں بھی قدیم طریقۂ تعلیم میں اصلاح کیجائے اور جس طرح کہ علماے قدیم نے یونانی فلسفہ کے مقابلہ میں اصول مذہب اسلام کے اثبات حقانیت کیلئے اور اسلام پر جو اعتراضات بروے فلسفہ یونانی وارد ہوتے تھے انکے دفع کرنے کے لئے علم کلام ایجاد کیا تھا اسی طرح اب ضرورت ہے کہ از روے فلسفہ اور سائنس جدید جو اسلام پر اعتراضات وارد ہوتے ہیں انکے رفع کرنے کے لئے ایک خاص قسم کے علم کلام کی ترتیب دیجائے اور اسی نقطۂ نظر سے نصاب موجودہ کی ترمیم کی جائے۔

عربوں کی اس روشن خیالی اور عالی حوصلگی کو دیکھکر جو ہمیشہ سے انمیں موجود رہی ہے

نہایت ہی خوشی ہوئی اور فوراً علیگڈھ اور شیعہ کالج یاد آگیا۔ خیر علیگڈھ نے تو بہت کچھ کیا ہے لیکن دیکھئے شیعہ کالج کیا کرتا ہے فوٹ بال و کرکیٹ کا کھیلنا شرعاً جائز قرار دیتا ہے یا نہیں۔ "ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بہ کجا"، جب کچھ دنوں کے بعد اس دارالفنون کی عمارت مکمل ہوجائے گی اُسوقت یہ قابل دید کالج ہوگا۔ فہمی آفندی نے یہ بھی فرمایا کہ اس دارالفنون میں فارسی اور اردو زبان کی بھی تعلیم ہوگی۔ واضح رہے کہ یہ حضرت فہمی نہ کسی یورپ کے کالج کے تعلیم یافتہ ہیں اور نہ انگریزی جانتے ہیں اور نہ فرنچ۔ البتہ اسلامبول اور مصر میں کچھ دنوں رہے ہیں۔

علاوہ تعلیم کے عراق میں تجارت و زراعت میں بھی نمایاں ترقی ہوئی ہے۔ ریل اور نہریں بہت سی بنگئی ہیں اور روئی کی کاشت کے لئے بہت زیادہ کوشش کی جارہی ہے۔ جیسا پہلے میں نے ذکر کیا ہے عراق میں روپیہ کا سکہ جاری ہے اور بغداد میں انگریزی اُردو کثرت سے لوگ جانتے ہیں اسلئے ہندوستانیوں کو یہاں اسقدر زحمت نہیں پیش آئے گی۔ جیسی دوسرے ملکوں میں ہوگی۔ بغداد میں متعدد ہوٹل ہوجانے کی وجہ سے نہایت ہی آرام سے مسافر قیام کرسکتا ہے۔ منجملہ بہت سے ہوٹلوں کے ولنگڈن۔ موڈ۔ کانٹینٹل۔ ضیار و گرانڈ بہت اچھے ہوٹل ہیں۔ بمبئی و کراچی سے ہفتہ وار جہاز بصرہ کو جاتے ہیں۔ بمبئی سے بصرہ تک اول درجہ کا کرایہ ڈاک کے جہاز میں مع خوراک کے مبلغ تین سو روپیہ ہے لیکن

دوم درجہ کا کرایہ غالباً دو سو یا کچھ کم ہے۔ اگر دو تین شخص باہم سفر کرتے ہوں اور موسم جاڑے کا نہو تو ڈک (Deck) پر بھی جا سکتے ہیں۔ ڈک کا کرایہ بمبئی سے بصرہ تک صرف پینتیس ۳۵ روپیہ ہے۔ کھانے کا انتظام خود کرنا پڑیگا۔ دو تین طالب علم ملکر ڈک پر بہت ہی آسانی سے سفر کر سکتے ہیں۔ جہاز بصرہ ساتویں دن پہونچ جاتا ہے اور پھر وہاں سے ریل بغداد تک اٹھارہ گھنٹے میں جاتی ہے سکنڈ کلاس ریل کا کرایہ چوالیس ۴۴ روپیہ ہے۔ لیکن تیسرے درجے میں بھی آرام سے سفر ہو سکتا ہے اور کرایہ بھی بہت کم ہے۔ علیگڈھ اور دوسرے کالجوں کے جوان طالبعلموں کو چاہیے کہ تعطیل کے زمانہ میں پانچ چھ ملکر کم سے کم عراق کا سفر کر لیا کریں۔ بغداد میں معمولی ہوٹل کا خرچ مع خوراک وغیرہ کے زیادہ سے زیادہ پانچ روپیہ فی یوم ہوگا لیکن بہتر یہ ہوگا کہ وہ کاظمین میں کسی خادم کے یہاں قیام کریں اور جب دل چاہے بغداد آدھ گھنٹے میں ٹریموے پر سوار ہو کر چلے جایا کریں۔ جہاں دل چاہے کھانا کھا لیا کریں زیادہ سے زیادہ دو روپیہ فی یوم صرف ہوگا جب چلنے لگیں تو خادم پانچ چھ آدمی ملکر بیس ۲۰ پچیس روپیہ دیدیں۔ کاظمین سے ریل میں سوار ہو کر سامرہ کی زیارت کرآویں۔ آمد و رفت کا کرایہ مبلغ پانچ روپیہ ہے۔ سامرہ کی آب و ہوا نہایت ہی اچھی ہے اور وہاں کا خربزہ مشہور ہے۔ حضرت امام علی نقیؑ اور حضرت امام حسن عسکریؑ اور حضرت نرجس خاتونؑ والدہ حضرت امام مہدیؑ وہاں مدفون ہیں۔ ضریح

نہایت ہی اچھا بنا ہوا ہے۔ اس روضہ کا گنبد طلائی تمام مشاہد کے گنبدوں سے بڑا ہے
اسی مقام پر مرزا محمد حسن شیرازی مجتہد رہتے تھے جو سرکار مرزا کے لقب سے مشہور تھے انیسویں
صدی میں دنیا کے کسی مذہب میں کوئی رئیس روحانی اُنسے زیادہ اپنے مذہب میں مشہور اور بااثر نہیں
گذرا ہے۔ جب ناصرالدین شاہ سامرہ گئے تھے اور اُنسے ملنے کی خواہش ظاہر کی تھی تو نہ وہ
خود شاہ کے قیامگاہ پر گئے نہ اُنکو اپنے مکان پر آنے دیا بلکہ اُنسے حرم عسکری ہی میں ملاقات
کی تاکہ دید و بازدید کا سوال نہ پیش ہو۔ اُنکی وفات سامرہ میں ہوئی تھی اور اُنکا جنازہ
تخت رواں میں ہزاروں آدمی اپنے کاندھوں پر قریب ۴۰ میل کے نجف اشرف تک لیگئے
تھے۔ سامرہ میں چونکہ سنی المذہب کی آبادی کثرت سے ہے اسلئے وہ لوگ اُنکا جنازہ
سامرہ کی سرحد یعنی دریاے دجلہ کے اُس پار تک جو شہر سے قریب تین میل کے ہے خود
اپنے ہی کاندھوں پر لیگئے اور شیعوں کو جنازہ میں شریک نہیں ہونے دیا اور اُسکے بعد
پھر شیعہ جنازہ کو لیگئے۔ بغداد و کاظمین میں تمام ترکی حکام نے مع والی پاشا کمانڈر انچیف
اور ترکی فوج کے اُنکے جنازہ کی مشایعت کی۔ کاش کہ ہندوستان میں بھی شیعہ علما کے
جنازہ کے ساتھ سنی اور سنی علما کے جنازہ میں شیعہ اسی طرح پر شرکت کرتے۔ اُن
مرحوم کے چند واقعات ہیں جو نہایت ہی حیرت انگیز اور دلچسپ ہیں لیکن بسبب طوالت کے
اُن کا ذکر نہیں کرسکتا۔ منجملہ اور باتوں کے یہ بات خاص قابل ذکر ہے کہ جب پہلے پہل میں

ہندوستان سے سامرہ پہونچا اور اعلیٰ خدمت میں حاضر ہوا تو جب انکو یہ معلوم ہوا کہ میں انگریزی جو
طالب علم ہوں تو نہایت درجہ میری قدر فرمائی اور یہ فرمایا کہ ایسے طالب علم جو انگریزی کے
ساتھ عربی بھی جانتے ہیں وہ زیادہ قابل قدر ہیں اسلئے کہ اس زمانہ میں ایسے لوگوں سے اسلام کو
بہت کچھ فائدہ پہونچ سکتا ہے چنانچہ میرے زمانہ قیام میں بعضے طلبا نے مثل جناب
مرزا حسین نوری مرحوم کے مجھ سے انگریزی پڑھنی شروع کر دی تھی۔

سامرہ میں کچھ آثار خلفائے قدیم کے ابتک موجود ہیں کیونکہ بسبب خوبی آب ہوا کے
بہت سے خلفائے بنی عباسیہ نے اپنا پایۂ تخت اسی مقام کو قرار دیا تھا مسافر کو چاہیے
کہ سامرہ سے کاظمین واپس آئے اور کاظمین سے پھر ریل کے ذریعہ سے کربلائے معلّٰی اور
وہاں سے موٹر میں سوار ہو کر نجف اشرف کی بھی زیارت سے مشرف ہو جائے نجف سے کوفہ
بہت ہی قریب ہے۔ عبرت کے لئے اُس مقام کو بھی دیکھ لے۔

فصل چہارم از بغداد تا طہران

شنبہ کے روز کاظمین سے قریب دس بجے دن کے موٹر میں روانہ ہوا میرے ساتھ
تین اور ایرانی مسافر تھے جو طہران جا رہے تھے۔ ہم لوگوں نے مبلغ چھ سو روپیہ پر
ایک بالکل نئی فورڈ موٹر کرایہ کی تھی۔ میں نے اپنے حصے کا مبلغ ڈیڑھ سو روپیہ پیشتر ہی
دیدیا۔ اگر انگریزی یا فرنچ کمپنی کے موٹر میں جاتا تو مبلغ ۲۵ پونڈ (یعنی قریب پونے چار سو

روپیہ کے دینے پڑتے۔ اگر میرا ساتھ ان طہرانی مسافروں کا نہوتا تو میرا ارادہ انھیں د۔
کمپنیوں میں سے کسی ایک کی موٹر میں جانے کا تھا جیسا کہ میں نے واپسی کے وقت طہران
سے کیا تھا۔ موٹر قریب ۴ بجے کے خانقین پہونچی اور بعد معائنہ گمرک کے وہیں ایک سرائے
میں ایک کمرہ لیکر ہم لوگ ٹھہر گئے بغداد سے خانقین تک ریل بھی آٹھ گھنٹے میں جاتی
ہے لیکن پھر وہاں سے طہران کے لئے موٹر ملنے میں دقت پیش آتی ہے اسلئے ہمراہیوں نے
کا ظمین ہی سے طہران تک کے لئے موٹر کرلی تھی

دوسرے روز اتوار کے دن صبح کو موٹر چلی اور راستہ میں دو مقام
ایک سرحد عراق اور دوسرا سرحد ایران پر گمرک کا معائنہ ہوا اور پھر ظہر
کے وقت ہم لوگ قصر شیریں پہونچ گئے۔ وہاں بھی گمرک کا معائنہ ہوا
اور وہاں سے چلکر ایک گھنٹہ رات گئے کرماں شاہ پہونچ گئے یہاں میں نے ایک ہوٹل
میں جسکا مالک ایک یونانی تھا قیام کیا اور ایک تومان یعنی تین روپیہ اور کچھ آنے
فی شب کرایہ دیا اور شہر میں جاکر ایک رستوران میں کھانا کھایا۔ یہ شہر بہت ہی قدیم ہے
کوچے بہت تنگ اور بازاریں چھت دار ہیں۔ شہر تو البتہ اچھا ہے وہاں بڑی عمارتیں
اور چوڑی سڑکیں ہیں۔ یہاں سے دو میل کے فاصلہ پر طاق بستاں ہے جہاں پہاڑ
میں چند قدیم تصویریں بنی ہوئی ہیں۔ رستم کا مجسمہ (Statue) ایک پتھر کے

گھوڑے پر نہایت ہی عمدہ بنا ہوا ہے۔ دوسری محراب میں میخی خط میں کچھ لکھا ہوا ہے لیکن
میں اسکو پڑھ نہ سکا۔ اس شہر میں ایک بہت بڑے زمیندار ہیں جو معاون الملک کے لقب
سے مشہور ہیں وہ ایک نہایت ہی شاندار خوبصورت تصاویر و نقش و نگار سے مزین حسینیہ
یعنی امام باڑہ تعمیر کر رہے ہیں۔ اس سے عمدہ امام باڑہ غالباً تمام ایران میں کہیں نہیں ہے۔
ایک روز یہاں قیام کیا اور شب کو ایک ایرانی تاجر کے یہاں اپنے طہرانی رفقا کے ساتھ
مہمان ہوا۔ مہمانی نہایت ہی پر تکلف تھی اور بہت سے ایرانی تاجروں سے وہاں ملاقات ہوئی
دوسرے روز سہ شنبہ کی صبحکو کرمانشاہ سے روانہ ہو کر غروب کے وقت ہم لوگ ہمدان
پہونچگئے اور میں ہوٹل اقتصاد میں ایک کمرہ لیکر ٹھہر گیا۔ کرایہ ۵ قران یعنی قریب
۱۲ عہ کے شب کے حساب سے دیا۔ صبحکو ایک سلمانی یعنی (Hair dresser.)
کی دوکان پر بال کٹانے گیا نائی نے بال کاٹتے وقت مسائل سیاسی پر اس طرح مجھسے
گفتگو کی جیسا ہندوستان میں ایک اخبار پڑھنے والا معمولی گریجویٹ کرتا ہے۔ میں نے
اخبار پڑھنے کی اسوجہ سے قید لگائی کہ ہندوستان میں بہت سے گریجویٹ اور تعلیم یافتہ
اشخاص ہیں جو اخبار کو مہینوں یا مطلق نہیں پڑھتے۔ اثنائے گفتگو میں اُسنے مجھ سے
یہ بھی کہا کہ آپ یورپ کو چھوڑ کر ایران کیوں آئے کیونکہ ایران میں مسافروں کو بہت سخت
تکلیف ہوتی ہے۔ بال کاٹنے کے بعد اُسنے مجھکو چائے پلائی۔ چلتے وقت میں نے

اُسکو دو قران یعنے قریب دس آنے کے دیئے اور اُسنے میرا شکریہ ادا کیا۔ سہ پہر کو باباطاہر
کے قبر کی زیارت کرنے گیا۔ مقبرہ بہت ہی خراب حالت میں تھا اور باوجود موقوفات ہونیکے
کوئی سامان نہ تھا۔ وہاں کے مجاور ایک جوان سید تھے جنھوں نے اثنائے گفتگو میں کہا کہ
اُنکے جد بزرگوار کشمیر سے آئے تھے فوراً ہی میرے دل میں خیال گذرا کہ اگر یہ حضرت کشمیری الاصل
ہیں تو وقف کو خوب کھاتے ہونگے۔ یہ شہر تجارت کا بہت ہی بڑا مرکز ہے اور یہاں کے قدیم
باشندے اکثر یہودی ہیں یہاں ہر قسم کا میوہ بکثرت پیدا ہوتا ہے اور بہ نسبت کرمان شاہ
قزوین اور طہران کے یہ زیادہ سرد مقام ہے یہاں کی آب و ہوا نہایت ہی اچھی خیال
کی جاتی ہے۔ ایک روز یہاں قیام کیا اور سہ پہر کو شہر کے باہر گردش کرنے گیا۔ شہر
کے باہر کثرت سے باغ ہیں اور یہاں کا جدید سربازخانہ (Barrack.) نہایت ہی عظیم الشان بنا ہوا ہے۔ شہر کے باہر انگریزوں کا ایک قبرستان دیکھا اور
اُسپر "British military Cemetery" لکھا ہوا تھا جس سے
معلوم ہوا کہ زمانہ جنگ میں جب (Dunster force.) کی فوج
یہاں مقیم تھی اُسوقت کچھ انگریز افسر اور سپاہی اس قبرستان میں دفن کئے گئے تھے
یہاں ایک امریکائی مریضخانہ یعنی اسپتال بھی بنا ہوا ہے۔ پنجشنبہ کو ہم لوگ ہمدان سے
روانہ ہوئے اور غروب سے دو گھنٹے پہلے قزوین میں پہونچ گئے۔ یہاں میں نے ایک

ہوٹل میں جسکا نام (Grand Hotel.) ہے ایک کمرہ ۵ قران یعنی
۱۲ عہ فی شب کرایہ پر لیکر قیام کیا۔ کھانا رستوران میں کھانے گیا بلکہ ہوٹل ہی میں کھا لیا۔
اور اسکی قیمت علیحدہ دی اس شہر کے لوگ ترکی۔ فارسی اور روسی عموماً جانتے ہیں اور بہت سے
لوگ انگریزی حتی کہ اردو بھی بول لیتے ہیں۔ چونکہ یہاں بھی جنگ کے زمانہ میں انگریزی اور
ہندوستانی فوج ٹھہری ہوئی تھی اسلئے بازار کے کاسبوں نے انگریزی اور اردو سیکھ لی
تھی۔ سہ پہر کو میں شہر گھومنے گیا اور جامع مسجد اور مقبرہ حسین بن امام علی رضا کو جاکر دیکھا
مسجد نہایت ہی قدیم اور عظیم الشان ہے لیکن بہت ہی بری حالت میں ہے مقبرہ کی عمارت
نہایت ہی خوبصورت ہے۔ مرزا علی اصغر خاں صدر اعظم نے اسکو تعمیر کرایا تھا۔ ایران اور
خصوصاً قم میں صدر اعظم مرحوم نے بہت سے مقبرے تعمیر کرائے ہیں اور تمام مقبروں کی
عمارت ایک ہی سی ہے جمعہ کے روز صبح کے وقت قزوین سے روانہ ہوے اور بعد
از ظہر طہران پہونچ گئے۔ جب ہملوگ شہر کے قریب پہونچے تب میرے رفقا کے اعزا
واحباب اُن لوگوں کے استقبال کو آئے اور میں بھی آقا غلام حسن تبریزی کے ساتھ انکے
مکان پر چلا گیا اور شب کو انھیں کا مہمان رہا۔ مہمانی نہایت پر تکلف تھی اور قریب
۵۰ آدمی کے دسترخوان پر موجود تھے۔ چائے اور شیرینی کا سلسلہ کئی دن تک جاری رہا
دوسرے روز میں اپنے ایک پرانے ملاقاتی مرزا علی اصغر کاشف سے تیمچہ صدر اعظم میں

جاکر ملا۔ ایران میں تیمچہ اُس عمارت کو کہتے ہیں جہاں پر تاجروں کا آفس ہوتا ہے۔
اُنھوں نے چائے پلائی اور پھر میرے ساتھ وہ مکان کی تلاش میں چلے۔ چونکہ فوراً
کوئی اچھی جگہ قیام کے لئے نہ ملسکی اِسلئے ہوٹل اقتصاد میں جاکر ٹھہر گیا تین قران
یعنی ایک روپیہ فی شب کرایہ طے ہوا اور کھانا جس رستوان میں دل چاہتا تھا جاکر
کھا لیا کرتا تھا۔ پہلے میں نے چاہا تھا کہ گرانڈ ہوٹل میں جاکر قیام کروں لیکن میرے
دوستوں نے وہاں جانے سے منع کیا کیونکہ وہاں کا کرایہ کچھ زیادہ تھا دریافت کرنے
سے معلوم ہوا کہ بغیر خوراک کے تین اور پانچ روپیہ فی یوم کی شرح تھی۔ چند اور ہوٹل
طہران میں ہیں لیکن اسقدر نہیں ہیں جتنے بغداد میں اور نہ بہت آرام دہ ہیں۔ ایک
ہفتہ اس ہوٹل میں قیام کرنے کے بعد مَلِک قاسم مرزا صابری سے ملاقات
ہوئی یہ وزارت مالیہ میں کلرک ہیں اور اُن کو میں شاہرود سے جانتا تھا۔
میں نے اُنسے اپنے لئے ایک مکان کی خواہش ظاہر کی تو اُنھوں نے کہا کہ تم میرے مکان
میں آکر رہو میں تم کو ایک کمرہ دیدوں گا اور کھانا بھی اپنی بیوی سے پکوا دیا کروں گا
چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا اور اُنکے یہاں جاکر مشل بورڈ کے رہنے لگا۔ قریب پچاس
روپیہ مہینہ کے میں کمرہ اور کھانے کے لئے دیتا تھا۔ صبح اور عصر چائے پیتا تھا اور
دوپہر اور شب کو جو کھانا اُن کے یہاں پکتا تھا اُنکے ساتھ کھاتا تھا۔ کمرہ بھی نہایت

تکلف سے سجا ہوا تھا اور تمام ضروری چیزیں اُسمیں موجود تھیں۔ اگرچہ اس قسم کا رواج طہران میں نہیں ہے لیکن انھوں نے میرے ساتھ خاص مہربانی کی تھی۔ طہران چونکہ بہت قدیم شہر نہیں ہے اِسلئے نہ تو بہت گنجان آبادی ہے اور نہ اسمیں تنگ کوچے اور گلیاں ہیں۔ سڑکیں بہت ہی چوڑی اور سیدھی بنی ہوئی ہیں اور عموماً سڑکوں کے دونوں جانب درخت لگے ہوے ہیں جیسا پیرس میں۔ ایسے مقامات کو یہاں خیابان اور فرانس میں بولوار (Baulevard) کہتے ہیں۔ تمام ایشیائی ملکوں میں کوئی ایسا شہر نہیں ہے جہاں اسقدر خیابان ہوں جسقدر طہران میں ہیں۔ منجملہ بیسیوں خیابان لالہ زار۔ خیابان ناصری۔ خیابان چراغ برق خیابان حسن آباد۔ خیابان دوشن تپہ۔ خیابان نادری۔ خیابان حاجی ملا ہادی وغیرہ بہت اچھے خیابان ہیں۔ جس طرح لکھنؤ میں امین آباد حضرت گنج و چوک ہے اسیطرح یہاں خیابان لالہ زار و خیابان ناصری سمجھا جاتا ہے۔ یہاں کی آبادی صرف قریب ڈھائی لاکھ کے ہے۔ لیکن چونکہ عموماً مکان بہت کشادہ ہیں اور قریب قریب ہر اچھے مکان کے اندر ایک باغ ہوتا ہے اِسلئے شہر بہت بڑا معلوم ہوتا ہے اور ناواقف مسافر یہ خیال کریگا کہ یہاں ۸۔ ۱۰ لاکھ آدمی رہتے ہونگے۔ چونکہ شہر نہایت ہی کھلا ہوا ہے۔ اِسلئے یہاں کی آب و ہوا بہت ہی اچھی ہے۔

بلدیہ یعنی میونسپلٹی بہت سرگرمی سے کام کرتی ہے اور شہر کی صفائی اور برقی روشنی وغیرہ کی جانب خاص توجہ کی جاتی ہے۔ البتہ جاڑوں میں جب برف باری ہوتی ہے اُسوقت سڑکوں پر اسقدر کیچڑ ہوتی ہے کہ چلنا دشوار ہوجاتا ہے اتباک گھوڑے کی ٹرمیوے چلتی ہے لیکن عنقریب برقی ہوجائے گی۔ گھوڑے گاڑیاں اور موٹریں کثرت سے کرایہ پر چلتی ہیں۔

طہران میں کوئی خاص عمارت نہیں ہے جسکا خاص طور پر ذکر کیا جائے البتہ مسجد سپہ سالار اعظم نہایت ہی عظیم الشان ہے لیکن اسکا ایک حصہ ناتمام رہگیا ہے اُمرا کے ذاتی مکان البتہ نہایت ہی عمدہ ہیں اور ہر مکان کے اندر اکثر پارک یا کم سے کم بڑا سا باغ ہوتا ہے تمام مکانوں میں اتابک مرحوم کا مکان اور پارک نہایت عظیم الشان ہے اسمیں اب روس کا سفارت خانہ ہے۔ مجلس شوریٰ و بلدیہ و مدرسۂ حربیہ کی بھی عمارتیں عمدہ ہیں۔ شاہی عمارتیں باہر سے تو بہت ہی معمولی معلوم ہوتی ہیں لیکن اندر سے نہایت اچھی ہیں اور نقش و نگار سے پُر ہیں۔

تعلیم کی جانب لوگوں کا بہت ہی زیادہ خیال ہے اور لڑکے اور لڑکیوں کے مدارس کافی تعداد میں ہیں جس خاندان میں تعلیم کا رواج ہے اسمیں لڑکے اور لڑکی کو برابر تعلیم دی جاتی ہے۔ البتہ جس خاندان میں تعلیم کا چرچا نہیں ہے اسمیں لڑکا اور

لڑکی دونوں ضرور پڑھتے ہیں۔ ہندوستان کی طرح نہیں ہے کہ بیٹا تو گریجویٹ ہے
اور لڑکی قرآن پڑھ لینے سے زیادہ کچھ نہیں جانتی اور بعض شرفا کے خاندان میں
ایسی بھی لڑکیاں ہیں کہ قرآن بھی نہیں پڑھ سکتیں۔ علاوہ ایرانی مدرسوں کے تین
مدرسے فرانسیسیوں کے ہیں اور دو بہت بڑے اسکول امریکائیوں کے ہیں ایک
لڑکوں کے لئے اور دوسرا لڑکیوں کے لئے۔ اب امریکائی شہر کے باہر ایک بہت بڑا
کالج تعمیر کر رہے ہیں اور بعد تعمیر ہو جانے کے اسکا شمار ایران کی بہت بڑی عمارتوں
میں ہوگا۔ میرے خیال میں کئی لاکھ روپے اسکی تعمیر میں صرف ہو چکے ہیں اور اب بھی
اسکی تکمیل میں دو تین لاکھ روپیہ صرف ہوگا۔

علاوہ ابتدائی و متوسط مدرسوں کے ایک دارالفنون بھی ہے جہاں فی الجملہ
اعلیٰ تعلیم دی جاتی ہے۔ مدرسہ طب۔ مدرسہ حقوق یعنی (Law College)
جسکا پرنسپل ایک نہایت ہی قابل فرنچ ہے اور مدرسہ ارکان حرب یعنی Staff College
بھی یہاں کے عمدہ درسگاہوں میں شمار کئے جاتے ہیں۔ دارالفنون میں ایک شعبہ
تعلیم موسیقی کا بھی ہے لیکن تعجب ہے کہ یہاں کے علماء اور خصوصاً سید حسن مدرس و
امام جمعہ خوئی جنکا شہر میں زیادہ اثر ہے اسکی مخالفت نہیں کرتے۔

علاوہ ان مدارس کے یہودی اور ارمنیوں کے بھی مدرسے ہیں۔ ایک کانونٹ اسکول

(Convent school) بھی ہے جسمیں فرنچ کی راہبات یعنی (Sisters.) تعلیم دیتی ہیں۔ روسیوں کے بھی مدرسے ہیں جہاں اُنکے لڑکے اور لڑکیاں تعلیم پاتی ہیں۔ یہاں کے تعلیم یافتہ لوگ عموماً فرنچ جانتے ہیں۔ اور اب انگریزی کا بھی رواج کثرت سے ہوگیا ہے اور بالخصوص جب سے امریکائی مستشار (Advisers.) ایران کے ادارہ مالیہ میں مستخدم ہوئے ہیں۔

اخبار یہاں کثرت سے نکلتے ہیں اور متعدد قرأت خانے یعنی (Reading Rooms) ہیں جہاں لوگ جاکر مفت اخبار پڑھتے ہیں۔ یہ قرأت خانے عموماً کسی ایک شخص کے یا کسی خاص حزب کے قائم کردہ ہیں اور اُن کو محکمہ تعلیم یا بلدیہ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ میں اکثر قرأت خانہ "طوفان" میں عصر کے وقت جاکر اخبار پڑھا کرتا تھا یا کتب بینی کیا کرتا تھا۔ میں نے اس قرأت خانہ کے ایک کمرہ میں دنیا کے قومی لیڈروں کی تصویریں دیکھیں جنمیں مہاتما گاندھی کو بھی وہاں موجود پایا۔ ذیل میں چند اخباروں کا نام لکھتا ہوں جس سے طہران میں روزنامہ نگاری کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ "ایران، ستارہ ایران۔ کوشش۔ میہن۔ قانون۔ وطن شفق سرخ۔ حیات ایران۔ نسیم صبا۔ حلاج۔ توفیق۔ فکر آزاد۔ ناہید۔ محشر۔ شہاب۔ تجدد۔ جنت۔ آسائش۔ طلوع شمس۔ پیک۔ آواز تاجیک۔

ارمغان۔ نسیم شمال وغیرہ بعض اخبار شاید انمیں سے ایسے ہی ہوں جو کسی دوسرے
شہر میں طبع ہوتے ہیں اور طہران کے قرأت خانوں میں پڑھنے کے لئے بھیجدیے جاتے
ہوں لیکن بیشتر انمیں ایسے ہیں جو طہران میں شایع ہوتے ہیں۔ اگر ایران کے تمام
اخباروں کا شمار کیا جاوے تو غالبًا انکی تعداد قریب سو کے ہوگی۔ واضح رہے کہ
تمام ایران کی آبادی دو کروڑ سے زیادہ نہیں ہے بلکہ ممکن ہے کم ہو۔ یہاں چند
کلب بھی ہیں اور سب سے اچھا فوجی کلب ہے امریکن اسکول کے طلاب کا بھی ایک
کلب ہے جو مجمع جوانان ایران کے نام سے مشہور ہے اور جہاں اکثر شب میں مختلف
مضامین پر لکچر بھی دیے جاتے ہیں ایرانیوں میں بسبب تعلیم اور روشن خیالی کے تعصب مذہبی کا
نام نہیں۔ تبرا یا ایسی چیزوں کا جن سے سنیوں کے دل کو صدمہ پہونچے۔ مطلق
رواج نہیں ہے اگر کسی ایرانی سے تبرا کا لفظ کہا جاوے تو وہ ہرگز نہیں سمجھیگا
کہ اُس سے کیا مراد ہے۔ بجز اعیاد اسلام اور ایام ولادت ائمہ کے اور کسی دن کو وہ
عید کا دن نہیں قرار دیتے۔ سنی۔ یہودی۔ پارسی اور ارمنی بالکل آزاد ہیں اور
کسی دوسرے کے مذہب سے کوئی واسطہ نہیں ہے پارلیمنٹ میں پارسی۔ یہودی اور
ارمنی کے نمائندے منتخب ہوتے ہیں اور انمدنوں مجلس شورے کا منتظم ایک پارسی ہے
جسکا نام ارباب کیخسرو ہے اور جو طہران میں بہت ہی محترم ہے۔

ہر روز عصر کے وقت ایک فوجی بینڈ میدان سپہ میں عمارت بلدیہ کے مقابل اور دوسرا میدان مجلس میں بجا کرتا ہے۔ موزیک سننے کے لئے ہزاروں مرد و زن جمع ہوا کرتے ہیں مغرب کی اذان ہوتے ہی بینڈ بند ہو جاتا ہے لیکن کبھی کبھی بعد ختم اذان بجنا شروع ہوتا ہے مجلس شوریٰ اندنوں قاعدہ سے کام کر رہی ہے اور اکثر وکلائے مجلس پابندی کے ساتھ مجلس میں شرکت کرتے ہیں۔ ممبران مجلس میں سید حسن مدرس نہایت ہی بااثر و قابل شخص ہیں۔ اگرچہ وہ نجف اشرف کے تعلیم یافتہ ہیں اور جدید علوم سے بالکل ناواقف ہیں لیکن اُنکی ایک تقریر جو میں نے وضع مالیات ارض یعنے قانون مالگذاری کے متعلق سنی تھی اُس سے معلوم ہوا کہ اُن کو اکثر مسائل اقتصادی و سیاسی میں کافی مہارت حاصل ہے۔ مرزا حسین علائی جو اس سے پیشتر امریکہ میں سفیر تھے اور نصرۃ الدولہ فیروز مرزا جو سابق میں وزیر امور خارجہ کے عہدے پر فائز تھے اور تقی زادہ جو اس سے قبل برلن میں محلہ کاوہ کے مدیر تھے مجلس کے قابل ممبروں میں شمار کیے جاتے ہیں۔ اندنوں مجلس کے رئیس یعنی (Speaker) آقا موتمن الملک ہیں جو نہایت ہی قابل قانون دان اور مدبر شخصی ہیں اُنکے بھائی آقا مشیر الدولہ بھی مجلس کے ممبر ہیں جو نہایت ہی باعلم و تجربہ کار ہیں اور بہت ہی خاموشی کے ساتھ کام کرتے ہیں۔ بعضے واقعات مجلس شوریٰ کے میں لکھتا۔ اگر

اگر خیال طوالت مانع نہ ہوتا۔

ایران کی انتظامی حالت ان اوقات میں بہت ہی غنیمت ہے اور اسمیں شک نہیں آقا رضاخاں سردار سپہ نے بہت کچھ اصلاح کردی ہے محکمہ جنگ میں بہت کچھ ترقی ہوگئی ہے اور اسوقت ایران میں قریب ساٹھ ہزار فوج کے موجود ہے۔ بہت سے افسروں نے فرانس و جرمنی میں تعلیم پائی ہے اور جو یہاں کے مدرسہ حربیہ کے تعلیم یافتہ ہیں وہ بھی نہایت خوش اسلوبی سے اپنے خدمات کو انجام دے رہے ہیں۔ راستوں میں نسبت پہلے کے بہت ہی اطمینان بخش امن و امان قائم ہوگئی ہے اور بجز اسکے کوہاں میں ایک حملے ترکمانوں نے مشہد و شاہرود کے درمیان قافلوں پر کردئے تھے اور کوئی ڈاکے نہیں پڑے۔ ایران و عرب میں عام طور پر اس قدر ڈاکے نہیں پڑتے جتنے ہندوستان میں ڈالے جاتے ہیں۔

نظمیہ یعنی پولیس کا انتظام بہت ہی قابل تعریف ہے اور زمانہ جنگ میں مجکو مشہد کی پولیس کے ساتھ بہت کچھ کام کرنے کا اتفاق ہوا لیکن میں نے عموماً پولیس کو بہت ہی بادیانت پایا۔ پولیس پبلک کو بہت کم موقع شکایت کا دیتی ہے اور رشوت ستانی یا جھوٹے مقدمات بنانے کی شکایت بہت ہی کم ہوتی ہے۔ اسمرتبہ طہران میں میں نے پولیس کو اپنے وظائف منصبی کے انجام دینے اور پبلک کے ساتھ تہذیب و شائستگی سے سلوک کرنے میں نہایت ہی گرمجوشی

یہ پولیس کا حسن انتظام ہے کہ اکثر شہروں میں عام طور پر چوری و نقب زنی نہیں
ہوتی۔ میرے خیال میں جسقدر سرقہ کا جرم ہندوستان میں ہوتا ہے کسی دوسرے
ملک میں نہیں ہوتا۔ Finance Deptt ادارہ مالیہ میں بھی
بہت کچھ اصلاح ہوگئی ہے اور قریب دس بارہ امریکن مستشار کے اس میں مستخدم ہیں
مستشار کل Administrator ڈاکٹر ملیسپو Dr Milispaugh
General
امریکن ہے جسکو بہت وسیع اختیارات دئے گئے ہیں۔ خزانہ گمرک۔ ڈاکخانہ وغیرہ
کے حسابات کی جانچ امریکا مون کے متعلق ہے۔ اگرچہ کچھ دنوں اسیطرح امریکن
خدمت انجام دیتے رہیں اور موانع خارجی و داخلی نہ حائل ہوں تو یہ ادارہ نہایت ہی
منتظم و مرتب ہوجائے گا۔ ہر اسلامی و مذہبی عید کے موقع پر شاہ یا ولیعہد جو
ان دونوں شاہ کے چھوٹے بھائی ہیں دربار میں رسم سلام کے لئے تشریف لاتے
ہیں اور سلام کے شروع ہوتے ہی توپ چلنے لگتی ہے اور ایک سو دس آوازیں
ہوتی ہیں کیونکہ لفظ علی کا عدد بحساب ابجد ۱۱۰ ہوتا ہے۔

جو لوگ سلام کے لئے دربار میں حاضر ہوتے ہیں اُن کا لباس عام طور پر
سیاہ فراک کوٹ یا سیاہ سرداری جو ایک شیروانی سے مشابہ ہوتی ہے اور دھاری دار
یا سیاہ پتلون اور سیاہ جوتا ہوتا ہے۔ جو لوگ سرداری پہنے رہتے ہیں اُنکو کالر و

ٹائی لگانے کی ضرورت نہیں ہوتی لیکن فراک کوٹ والوں کو سخت کالر اور سیاہ
ٹائی پہننی پڑتی ہے۔ اسکے علاوہ ہر شخص پالتو یعنی اوور کوٹ (Over coat)
یا عبا اوپر سے پہنکر جاتا ہے لیکن اطاق پذیرائی (Reception room)
میں داخل ہونے سے پہلے اپنے بالا پوش کو Cloak room یعنی
بیرونی کمرہ میں چھوڑ دیتا ہے۔ جیسا تمام لوگ اُطاق پذیرائی میں جمع ہو جاتے ہیں
اُسوقت ہر شخص فرداً فرداً دوسرے کمرہ میں شاہ یا ولیعہد کی خدمت میں پیش
کیا جاتا ہے اور جاکر تعظیم کرتا ہے۔ شاہ یا ولیعہد اُس سے علی قدر مراتب کھڑے
کھڑے مزاج پرسی کرتے ہیں۔ اس طرح شاہ ہوں یا ولیعہد اُن کو گھنٹوں کھڑے رہنا
پڑتا ہے۔ میں جب عید ولادت حضرت علیؑ میں ولیعہد کی خدمت میں حاضر ہوا تو
وہ مجھ سے نہایت ہی خلق سے پیش آئے اور میرے بامحاورہ فارسی بولنے پر
بہت تعجب کیا اور اپنے مصاحبین خاص کی طرف خطاب کرکے فرمایا کہ "ایں
آقا خیلے خوب بامحاورہ حرف می زند۔ اُسکے بعد اُنھوں نے آگرہ کے تاج محل کی
بہت ہی تعریف کی میں نے بھی لکھنؤ کے دونوں امام باڑوں کا ذکر کیا۔ اُسپر
اُنھوں نے کہا کہ میں لکھنؤ اسٹیشن سے گذرا تھا اگر مجھ کو معلوم ہوتا تو میں ضرور جاکر
اُن کو دیکھتا۔

طہران اور دوسرے بڑے شہروں میں تعلیم یافتہ ایرانیوں کا لباس عام طور پر یوروپین ہے۔ بجز اسکے کہ سیاہ ٹوپی اور اوپر سے عبا پہنتے ہیں۔ اس امر کا ضرور خیال رکھنا چاہیے کہ جو شخص ایران کو جائے وہاں اسکو ایک عبا خرید لینی چاہیئے تاکہ جب اشخاص محترم سے ملنے یا مقدس اماکن یا مذہبی جلسوں میں جائے تو اُسکو ضرور پہن لیا کرے ایران میں بدون عبا یا پالتو (Over Coat) کے ایسے موقعوں پر جانا نہایت ہی بد تہذیبی خیال کیا جاتا ہے۔ عورتوں کا بھی لباس یوروپین (اور پاٹی) ہوگیا ہے البتہ اوپر سے وہ سیاہ ریشمی چادر یعنی برقع پہنتی ہیں۔ عورتیں عموماً انگریزی جوتے اونچی ایڑیوں کے مثل فرنچ اور انگریزی لیڈیوں کے پہنتی ہیں۔ مجھکو اُنکو تیز چلتے ہوے دیکھکر نہایت ہی حیرت ہوتی تھی کہ اس خراب اور اونچی نیچی سڑکوں پر اور برف باری کے بعد یخ بستہ کوچوں میں وہ کیونکر ایسے اونچے جوتے پہنے ہوے اس تیزی سے چلتی ہیں کہ دنیا میں کسی قوم کی عورتیں سوائے انگریزی اور امریکن کے ایرانی عورتوں سے زیادہ تیز نہیں چل سکتیں۔ عورتیں عام طور سے ہر شریف و وضیع کی اپنے گھروں سے باہر جاتی ہیں اور بازاروں میں خرید و فروخت کرتی ہیں جمعہ اور دوسری مذہبی اعیاد میں ہزاروں عورتیں شاہ عبد العظیم کو جو طہران سے تین چار میل کے فاصلہ پر واقع ہے زیارت و گردش کے لئے جاتی ہیں۔ اسی طرح

گرمیوں میں ہر روز کثرت سے عورتیں شمیران کو جو طہران سے چند میل کے فاصلہ پر واقع ہے سیر و تفریح کے لئے جاتی ہیں۔

ایران میں بھی مثل دیگر ایشیائی اور یورو پین ممالک کے چند مخصوص مراسم ہیں جو دوسرے ملکوں میں نہیں ہوتے مثلاً عید نوروز جو ایرانیوں کی قومی عید ہے نہایت ہی جشن و اہتمام سے منائی جاتی ہے۔ آفتاب کے برج حمل میں داخل ہوتے ہی خوشی کے مراسم ادا کئے جاتے ہیں اور اسی وقت سے نیا سال شروع ہو جاتا ہے ہر شخص اس روز نئے کپڑے پہنتا ہے اور تحویل آفتاب سے پہلے ہر گھر میں تمام خاندان ایک صاف و پاکیزہ مقام پر جمع ہوتا ہے۔ اور ایک سینی میں سات چیزیں رکھی جاتی ہیں جنکے نام حرف "س" سے شروع ہوتے ہیں اور جنکو "ہفت س" کہتے ہیں مثلاً سرکہ۔ سبزی۔ سیب۔ سیر سیاہ دانہ۔ سنجد۔ سمنو۔ ایک ظرف میں پانی دعا پڑھ کر رکھا جاتا ہے جسمیں سے بعد تحویل کے خاندان کا ہر شخص کچھ پانی پیتا ہے۔ ایک ظرف میں سرخ زندہ مچھلی بھی رکھی جاتی ہے اور انڈا۔ دودھ۔ پنیر۔ دہی۔ مچھلی پکی ہوئی اور بغیر پکی ہوئی اور مرغ پکا ہوا اور بغیر پکا ہوا اور چاندی اور سونے کے سکے بھی رکھے جاتے ہیں۔ مختلف رنگ کی شمع روشن کی جاتی ہیں خواہ تحویل آفتاب دن کو واقع ہو یا شب کو اور وہ خاموش نہیں کی جاتی ہیں مگر یہ کہ خود ہی جلکر تمام ہو جائیں۔ ہر شخص جسکی سے تحویل کے وقت کو

ساعت اور دقیقہ اور ثانیہ کے ساتھ جانتا ہے اور صاحب خانہ تحویل سے پہلے اپنے مکان کے باہر چند دقیقہ کے لئے چلا جاتا ہے اور جوں ہی تحویل کا وقت آیا وہ مکان میں داخل ہوتا ہے اور اپنے گھر کے لوگوں کو سونے کے سکے بطور عیدی کے دیتا ہے تحویل کے وقت عموماً لوگ ایک مخصوص مختصر سی دعا پڑھتے رہتے ہیں۔ عید سے کچھ دنوں پہلے لوگ اپنے گھروں میں کسی ظرف گلی یا مٹی میں جو گیہوں یا پھول وغیرہ بو دیتے ہیں اور عید کے روز دسترخوان پر اُس سبزی کو بھی رکھ دیتے ہیں اور تیرھویں روز جب تمام لوگ نحوست سال کو دور کرنے کے لئے گھروں سے باہر جاتے ہیں اور جسکو سیزدہ بدر کہتے ہیں اُس سبزی کو لیجا کر میدان میں پھینک دیتے ہیں۔ جوان ناکتخدا لڑکیاں سبزی پھینکتے وقت کہتی ہیں "سیزدہ بدر سال دگر۔ خانۂ شوہر بچہ بہ بغل" اور صحرا میں جو سبزی ہوتی ہے اُسمیں گرہ لگاتی ہیں اور کہتی ہیں "زردی من از تو، و سبزی تو ازمن" سیزدہ بدر کی ایسی رسم ہے کہ ہر شخص مرد و عورت اور بچہ ضرور اُس روز اپنے مکان سے باہر نکل جاتا ہے اور لوگ نہایت ہی جشن اور سرور میں مشغول ہوتے ہیں۔ بڑے شہروں میں اُس روز خاص طور پر پولیس انتظام کرتی ہے کہ کوئی شخص جوان عورتوں سے غیر مہذبانہ طریقہ پر نہ پیش آئے۔ بہت سے مذہبی خیال کے لوگ عید نوروز منانے کے لئے عراق یا مشہد یا قم زیارت کرنے چلے جاتے ہیں۔ طہران سے ہزاروں آدمی

قم چلے جاتے ہیں کیونکہ بذریعہ موٹر کے طہران سے قم چند گھنٹوں میں انسان پہونچ سکتا ہے۔ اسیطرح بہت سے لوگ شاہ عبدالعظیم چلے جاتے ہیں۔ عید کے دوسرے روز شب کو ہر شخص مُرغ مسلم کھاتا ہے یہ وہی مرغ ہوتا ہے جو بے پکا ہوا دسترخوان پر تحویل کے وقت رکھا جاتا ہے۔ مچھلی کا صرف اُسدن اسقدر ہوتا ہے کہ ملک روس اور انزلی وغیرہ سے مچھلیاں خشک کی ہوئی بکثرت ایران میں دوکاندار بیچنے کے لئے منگاتے ہیں۔ مٹھائی کا بھی صرف اتنا ہوتا ہے جتنا ہندوستان میں دیوالی کے زمانہ میں ہوتا ہے۔ مراسم تحویل ادا کرانے کے بعد ہر شخص اپنے دوستوں امرا اور علما سے ملنے جاتا ہے اور بعضے رؤسا و متمولین اُس روز لوگوں کو علیٰ قدر مراتب عیدی دیتے ہیں عیدی میں سونے کے سکے میں اشرفی پانچ ہزاری یا دو ہزاری دی جاتی۔ نوروز کے پہلے کثرت سے پنجہزاری دو ہزاری کے سکے صرافوں کی دکانوں پر بکتے ہیں۔ سونے کی پنجہزاری بقدر چھونی اور دو ہزاری بقدر دوانی کے ہوتی ہے۔ اصل میں پنجہزاری دو ہزاری سکے چاندی کے ہیں جو پانچ قران اور دو قران کے ہوتے ہیں اور سونے کے صرف عیدی دینے کے لئے استعمال کئے جاتے ہیں۔ زمانہ جنگ میں ایک سال عید کے موقع پر میں شاہرود میں تھا۔ وہاں شاہزادہ امیر اعظم حاکم شاہرود نے مجھکو دو اشرفی ناصرالدین شاہی عیدی دی تھی اور دوسرے موقع پر مشہد مقدس میں آقا قوام السلطنہ

والی خراسان نے ۵ سونے کی پنجہ اریاں دی تھیں - طہران، اصفہان وشیراز میں بعضے اُمرا عید کے دن ہزاروں روپیہ عیدی دینے میں صرف کرتے ہیں۔ لیکن اب اسمیں روز بروز کمی ہوتی جاتی ہے -

عید نوروز ایران میں تیرہ روز تک منائی جاتی ہے اور اکثر تجار و کسبہ اس مدت تک کام کرنا بند کر دیتے ہیں۔ عام طور پر لوگ ایک دوسرے سے ملنے جاتے ہیں اور ہر جگہ کثرت سے مٹھائی اور چاے صرف ہوتی ہے۔ تیرھویں تاریخ کو سیزدہ بدر کی رسم ادا کرنے کے بعد لوگ اپنے کاروبار میں مشغول ہوتے ہیں۔ جیسا یورپ کی تمام قوموں میں انگریز بڑے دن کو نہایت اہتمام سے مناتے ہیں اسیطرح ایشیا کی تمام قوموں میں ایرانی اپنی قومی عید کے مراسم کو بہت ہی سرگرمی سے ادا کرتے ہیں۔ واضح رہے کہ جیسا ایران میں نوروز کے دن عیدی دینے کا دستور ہے اسیطرح انگریزوں میں بھی کرسمس کے زمانہ میں ہدیہ و تحفہ دینے کا رواج ہے - انگلستان کے دیہاتوں میں شب کے وقت لوگ کرسمس کی مخصوص گیت گاتے ہوے لوگوں کے دروازوں پر جاتے ہیں اور صاحب خانہ انکو مٹھائی اور کچھ مشروبات دیتا ہے اور صبح کے وقت بچے لوگوں کے مکانوں پر جاتے ہیں اور اُن کو کچھ پیسے دیدئے جاتے ہیں۔

جس طرح ایران میں عید نوروز کا دن خوشی و برکت کا دن سمجھا جاتا ہے اسیطرح

ماہ صفر کا آخری چہار شنبہ نہایت ہی منحوس خیال کیا جاتا ہے۔ عام لوگ اُسدن مکان
کے باہر آگ جلاتے ہیں اور بچے اُسپر سے کودتے ہیں۔ عورتیں خوف نحوست بذریعہ
تفال قسمت آزمائی کرنے کے لئے کسی کے مکان پر جاکر دروازہ پر دو چمچے باہم
بجاتی اور صاحب مکان سے سوال کرتی ہیں کہ جو چاہے وہ اُن کو دیدے۔ چنانچہ
جو ملتا ہے اُسکو لیتی ہیں اور اسی سے تفال کرتی ہیں۔ بعض اوقات کسی
راستہ پر چپکے کھڑی ہوجاتی ہیں اور جو لوگ وہاں سے بات کرتے ہوئے گذرتے
ہیں اُن کے مضمون گفتگو سے بھی فال لیتی ہیں۔ البتہ یہ باتیں عوام میں مرسوم
ہیں خواص میں بہت کم ہوگئی ہیں۔ بخلاف ہندوستان کے ایران میں اوہام پرستی
بہت کم ہوگئی ہے اور سفر یا نئے کام کرنے کے لئے ایام ہفتہ اور تاریخ ماہ کے
سعد و نحس ہونے کا خیال بہت کم کیا جاتا ہے۔ تمر در عقرب و تحت الشعاع وغیرہ ہونے
کا خیال بالکل نہیں کیا جاتا۔ کھانے یا شیرینی پر نذر دلانے کی رسم جو ہندوستان
میں جاری ہے وہ ایران اور دیگر ممالک اسلامیہ میں بالکل نہیں ہے نہ پیغمبر
و ائمہ علیہم السلام کی نذر دلائی جاتی ہے اور نہ مُردوں کی۔

البتہ ایران میں علاوہ اعیاد اسلامی کے بعض ائمہ کی ولادت کی تاریخوں
میں جشن چراغاں و قصیدہ خوانی و وفات کی تاریخوں میں اُنکی شہادت کا ذکر

کیا جاتا ہے۔ ایام محرم میں کثرت سے ماتم کرنے والوں کے دستے نکلتے ہیں۔ اور مجالس میں روضہ خوانی ہوتی ہے۔ تعزیہ کا رواج مطلق نہیں۔ البتہ دیہاتوں میں نخل نکالے جاتے ہیں جو لکڑی کی ایک چیز مثل ضریح کے ہوتی ہے۔

بعض شہروں میں حسینیہ گرفتن یعنی شبیہ کے نکالنے کا رواج اب بھی باقی ہے۔ جس طرح یورپ میں (Tragedy) یعنی کسی مشہور واقعہ قتل کا ایکٹ کیا جاتا ہے اسی طرح حسینیہ میں کربلا کے واقعات کو دکھلاتے ہیں مثلاً کوئی شخص حضرت امام حسین کا کوئی حضرت عباس کا اور کوئی شمر یا ابن سعد کا پارٹ کرتا ہے۔ مجالس میں عام طور پر چائے تقسیم کی جاتی ہے لیکن بعضے امرا و متمدین کچھ لوگوں کو پہلے سے مدعو کرتے ہیں جنکو بعد ختم روضہ خوانی نہایت عمدہ قسم کا کھانا کھلاتے ہیں۔ بعض امرا کے یہاں دعوت کا سلسلہ محرم سے چہلم تک جاری رہتا ہے چنانچہ شیراز کے آقا قوام الملک کے یہاں میرے زمانہ قیام میں ایسا ہی ہوتا تھا۔

ایران کے لوگ عموماً تجارت کی طرف مائل ہیں۔ لیکن ریل نہونے کی وجہ سے مال التجارہ کے نقل و حرکت میں بہت زحمت پیش آتی ہے صنعت و حرفت کے مدارس بہت کم ہیں اسلئے اسمیں بھی بہت ہی کمی ہے۔ صرف قالین ہی

ایک چیز ہے جو ایران میں عمدہ بنتی ہے اور دوسرے ملکوں میں جاتی ہے۔ یزد میں کپڑے اچھے بنتے ہیں اور وہاں کے لوگ عام طور پر پارچہ بافی و رنگ سازی کا کام کرتے ہیں۔ اصفہان کے لوگ نہایت ہی اچھے دستکار ہیں اور وہاں مختلف اقسام کی چیزیں بنتی ہیں۔ طہران کی کوئی خاص چیز مشہور نہیں ہے جسکا ذکر کیا جائے۔

ایران میں زراعت کی حالت بہت خراب ہے اور بسبب کمی آب اور نہ ہونے نہر کے بہت ہی کم زراعت ہوتی ہے۔ البتہ میوے کثرت سے پیدا ہوتے ہیں اور نہایت ہی لذیذ ہوتے ہیں۔ کپاس اور افیون کی کاشت بھی بعض مقامات میں بہت زیادہ ہوتی ہے۔

ایران میں ہر قسم کے معادن بہت سے ہیں لیکن چونکہ علم معدنیات کے جاننے والے بالکل نہیں ہیں اسلئے وہ بیکار پڑے ہوئے ہیں۔ صرف نیشاپور کی معدن سے کچھ فیروزے نکالے جاتے ہیں جو دوسرے ایشیائی ملکوں اور یورپین ممالک کو بھیجے جاتے ہیں۔

ایران کی سیاست کے بابت میں کچھ نہیں لکھنا چاہتا کیونکہ اسکے متعلق جو کچھ میری رائے ہے وہ ذاتی ہے اور میری ذاتی رائے سے دوسروں کو کوئی

فائدہ نہیں ہو سکتا علاوہ بریں ایران کے امور سیاست میں اسقدر انقلاب
ہوتا رہتا ہے کہ کوئی رائے قابل اطمینان قائم نہیں کی جاسکتی۔ البتہ اسقدر
میں ضرور کہہ سکتا ہوں کہ اگر موانع داخلی و خارجی پیش نہ آئیں اور جو طرز حکومت
و طریقۂ انتظام اسوقت جاری ہے وہ کم سے کم آیندہ دس برس تک قائم رہے تو
ایران کی حالت قابل اطمینان ہو جائے گی۔ میں بہت سے واقعات سیاسی و
ترتیب اداری وغیرہ سے واقف ہوں لیکن بسبب خوف طوالت کے اُن کے
لکھنے سے معذور رہوں۔ اِسکے علاوہ چونکہ میں نے یہ سفرنامہ بطور ہدایت نامہ
کے لکھا ہے اِسلئے جسقدر ممکن ہوا ہے اُسمیں اختصار کو ملحوظ خاطر رکھا ہے اور میری
غرض اصلی صرف یہ ہے کہ اسکو پڑھ کر کچھ نوجوان مسلمانوں میں غیرت پیدا ہو اور
ممالک اسلامی کو دیکھنے کے لئے کمر ہمت باندھ کر ہندوستان سے باہر قدم نکالیں
اور مثل اپنے اسلاف کے جو تمام دنیا کو اپنے خدائے واحد کی ملکیت سمجھتے تھے
اور کسی ایک ملک کو اپنا وطن قرار نہیں دیتے تھے وہ ہندوستان کو اپنا مخصوص
وطن نہ سمجھیں۔ میں یہ نہیں کہتا کہ آپ اپنے پیارے ہندوستان سے ہجرت
کر جائیے لیکن انسان کو اسقدر ناخلف نہ ہو چاہیئے کہ اپنے بزرگوں کے اصلی
وطن کو کم از کم ایک مرتبہ بھی نہ دیکھے۔ اور مسلمانان ہند کو اسقدر اسلام سے

منحرف ہونا چاہیئے کہ کم سے کم اسلامی سلطنت یا اسلامی مرکز کی ایک مرتبہ بھی زیارت نہ کریں۔ مجھکو نہایت افسوس ہے کہ طوالت کا خیال کرکے میں نے ایران کے سفرنامہ کو زیادہ مبسوط نہیں لکھا ہے۔ لیکن امید کرتا ہوں کہ علیگڈھ کا کوئی پروفیسر یا نوجوان تعلیم یافتہ ایران کا سفر کرکے اس کمی کو پورا کرے گا۔

اسقدر البتہ لکھے دیتا ہوں کہ طہران سے اگر ممکن ہو تو تبریز کو بھی دیکھ لے یہ بھی بہت بڑا شہر ہے اور ایران کا ولیعہد وہاں کا گورنر ہوتا ہے اور وہیں رہا کرتا ہے۔ وہاں کی آب و ہوا نہایت ہی اچھی ہے اور مشہور ہے کہ اسکا نام تبریز اسوجہ سے ہے کہ وہاں کی آب و ہوا تپ کی دافع ہے۔ یہاں کے باشندے ترک ہیں اور اگرچہ وہ سب شیعہ ہیں لیکن ان کو بہ نسبت ایرانیوں کے عثمانی ترکوں سے زیادہ ہمدردی ہے۔ یہاں کی مٹھائی مشہور ہے اور تبریزی ترکوں کو مختلف اقسام کی مٹھائیاں بنانے میں ایک خاص مہارت ہے۔

طہران سے ہندوستان واپس آنے کے دو راستے ہیں ایک تو یہ ہے کہ مسافر طہران سے دو روز میں موٹر پر اصفہان اور اصفہان سے دو روز میں شیراز اور شیراز سے دو روز میں بوشہر آئے اور پھر بوشہر سے جہاز میں سوار ہوکر کراچی یا بمبئی اتر پڑے۔ طہران سے بوشہر تک موٹر کا کرایہ فی کس قریب ساٹھ ستر تومان

یعنی دو ڈھائی سو روپیہ کے ہوگا۔ طہران سے سیدھے بوشہر تک موٹر کا ملنا دشوار ہوگا۔ لیکن بہتر یہ ہوگا کہ طہران سے اصفہان آئے اور وہاں چند روز قیام کرنے کے بعد دوسری موٹر پر شیراز آئے اور پھر شیراز سے بوشہر چلا جائے۔ چونکہ اصفہان نہایت ہی قدیم اور بڑا شہر ہے اور ابتک وہاں آثار قدیمہ بہت سے باقی ہیں اسلئے اسکا دیکھنا ضروری ہے۔ اسکی چاروں فصلیں ایسی مرتب ہیں کہ وہاں کی آب و ہوا دنیا میں بہترین آب و ہوا سمجھی جاتی ہے۔ اصفہان کے لوگ نہایت ہی ذہین اور صناع ہیں۔ لیکن ذرا چالاک سمجھے جاتے ہیں۔ شیراز کا بھی دیکھنا میں ایسا ہی ضروری سمجھتا ہوں جیسا اصفہان کا۔ وہاں کی زبان بہت اچھی ہے۔ لوگ مہمان نواز ہیں۔ شہر کے اطراف میں نارنج وغیرہ کے باغات کثرت سے ہیں۔ جناب حافظ حافظیہ میں اور حضرت سعدی سعدیہ میں مدفون ہیں یہ دونوں مقام شہر سے چار میل کے فاصلہ پر واقع ہیں کثرت سے لوگ جمعہ کے دن وہاں جایا کرتے ہیں۔

دوسرا راستہ واپسی کا مشہد کی طرف سے ہے۔ اس راستہ میں مغمغان (Maghmaghan) دامغان (Damghan) شاہرود۔ سبزوار اور نیشاپور ملتے ہیں۔ شاہرود کے قریب بسطام ہے جہاں

مشہور فقیر بایزید بسطامی کا مزار ہے اور وہاں ایک (Tower)
منارۂ جنباں بھی ہے۔ اگر کوئی شخص اسکے اوپر جائے تو اسکو منارہ کی حرکت
محسوس ہوتی ہے۔ اصفہان میں بھی ایک ایسا منارہ ہے۔ نیشاپور میں عمر خیام
کا مزار ہے۔ لیکن یہ جتنے شہر ہیں کوئی بھی انمیں ترقی کی حالت میں نہیں ہے
مشہد مقدس میں بجز روضۂ حضرت امام رضا اور مسجد گوہر شاد کے اور کوئی عمارت
قابل دید نہیں ہے البتہ یہاں کا کمپنی باغ بہت اچھا ہے۔ روضۂ حضرت امام رضاؑ
کے لئے بہت زیادہ موقوفات ہیں لیکن متولی وقف و قائم مقام اسکو خوب
کھاتے پیتے ہیں اور جس طرح ایشیا کے اکثر ملکوں میں وقف کی آمدنی بہت ہی
بری طرح صرف کی جاتی ہے ویسا ہی یہاں بھی ہوتا ہے۔ مشہد کے سادات رضوی
میں جو سب سے مسن و محترم ہوتا ہے وہ قائم مقام کہلاتا ہے اُسکے اختیارات بہت
وسیع ہوتے ہیں اور وہ بہت محترم شمار کیا جاتا ہے۔ روضہ کے متولی خود شاہ
ایران ہیں جسکو وہ چاہتے ہیں خود اپنی طرف سے بطور نائب کے مقرر کر دیتے ہیں
مشہد میں قفقازی و تبریزی ترک کثرت سے ہیں اور زیادہ تر وہاں کی تجارت
انھیں کے ہاتھ میں ہے۔ بہت سے روسی ارمنی اور یہودی بھی یہاں رہتے ہیں
عام طور پر مشہد کے لوگوں کے اخلاق اچھے نہیں ہیں اور جیسا ہر ملک کی

زیارتگاہوں میں دستور ہے خواہ یورپ ہو جیسے اٹلی کا پایۂ تخت روم ہے یا ہندوستان میں بنارس وغیرہ ہے۔ وہاں کے لوگ طماع اور گدا پیشہ ہیں۔ مذہبی تعلیم یہاں ہر جگہ سے زیادہ ہے لیکن صرف اصول فقہ اور فقہ کی تعلیم دی جاتی ہے۔

فلسفہ قدیم ریاضی اور منطق وغیرہ بہت ہی کم ہے۔ عام طور پر لوگ ایران میں فلسفۂ قدیم یعنی یونانی فلسفہ و علم کلام وغیرہ اب نہیں پڑھتے بلکہ اگر کسی کو علوم معقولات پڑھنے کی خواہش ہوتی ہے تو وہ جدید سائنس و فلسفہ کی کتابیں جو عربی زبان میں مصر و بیروت میں شایع ہوتی ہیں اُن کو پڑھتے ہیں عموماً یہاں کے متورین اور عربی تعلیم یافتہ نئے سائنس اور نئے فلسفہ کو زیادہ صحیح و مفید خیال کرتے ہیں جب میں شیراز میں تھا اُس زمانے میں چند علما ایسے تھے جو جدید کمسٹری و ریاضی کو عربی میں پڑھاتے تھے اور میں بھی بعض درسوں میں شریک ہوتا تھا اور بسبب انگریزی جاننے کے بعض اصطلاحات کی شرح کرنے میں انکی مدد کرتا تھا۔

علاوہ تعلیم مذہبی کے مشہور ہے ایک کمیٹی ہے جسکا نام شرکت فرہنگ ہے۔ اُس میں بعضے علما اور بہت سے تجار شریک ہیں اور چندہ سے متعدد ابتدائی و متوسط مدارس جاری کئے ہیں جنمیں جدید علوم زبان فارسی اور عربی میں پڑھائے جاتے ہیں۔ ان مدارس کو ادارہ معارف محکمہ تعلیم سے بھی کچھ مالی مدد دی جاتی ہے

لڑکوں کے مدارس متعدد ہیں لیکن لڑکیوں کے بھی تین یا چار اسکول ہیں۔ ایک لڑکیوں کا مدرسہ ایسا ہے جہاں پر معلمات کو طریقہ تعلیم پڑھایا جاتا ہے۔ جس کو ہندوستان وغیرہ میں (Teacher's Training College) کہتے ہیں۔ ایران کے علماء تعلیم جدید کی مخالفت بالکل نہیں کرتے بلکہ بعضے اس کی ترویج میں کوشش کرتے ہیں۔ البتہ کچھ علماء ایسے بھی ہیں جو صرف نحو اور اصول فقہ کی تعلیم دیتے ہیں اور علوم جدید کی ترویج و عدم ترویج میں بالکل حصہ نہیں لیتے۔ ایران کے علماء عموماً تمدنی۔ اقتصادی اور سیاسی امور میں پوری دلچسپی لیتے ہیں اور انکا طرز معاشرت عام لوگوں کے طرز معاشرت سے مخالف و متباین نہیں ہے۔ ان کے نزدیک بازار میں پیدل جانا۔ دکان سے اپنی ضروری چیزوں کا خریدنا۔ آواز بلند سے کلام کرنا۔ مزاحانہ گفتگو کرنا معیوب نہیں سمجھا جاتا۔ جب آپ کسی عالم سے ملنے جائیے تو وہ آپ کے لباس وغیرہ پر ہرگز اعتراض نہیں کریگا۔ بلکہ آپ سے نہایت ہی خلق کے ساتھ پیش آئے گا اور زندگی کے روزمرہ امور کے متعلق گفتگو کرے گا۔ غرض یہ کہ جب آپ کسی ایران یا عرب کے عالم سے ملنے جائیے تو یہ آپ ہرگز نہیں خیال کرینگے کہ آپ کسی فرشتہ سے ملنے گئے ہیں بلکہ آپ کو یہ معلوم ہوگا کہ آپ کسی بشر کے پاس بیٹھے ہیں اور کیوں نہ ایسا ہو جب کہ

پیغمبر صلعم نے خود ہی اپنے بارے میں خدا کی زبان میں فرمایا وما انا بشر مثلکم یعنی میں مثل تم لوگوں کے بشر ہوں صرف فرق یہ ہے کہ مجھ پر خدا کی طرف سے وحی نازل ہوتی ہے اور تم لوگوں پر نہیں ہوتی۔

مشہد سے پھر سات روز میں آپ موٹر میں دزداب آئے اور وہاں سے ریل میں کوئٹہ چلے آئے مشہد سے دزداب تک راستہ میں کوئی شہر سوائے تربت حیدری و بیر جند کے نہیں پڑتا اور راستہ نہایت ہی پہاڑی اور غیر دلچسپ ہے۔ مشہد سے دزداب تک موٹر کا کرایہ فی کس قریب دو سو روپیہ کے ہے۔ لیکن یہ میں ضرور کہوں گا کہ جس شخص کا مقصود مشہد کی زیارت کرنا نہ ہو اسکو چاہیئے کہ طہران سے اصفہان و شیراز ہو کر ہندوستان واپس آئے۔ البتہ جو شخص مصارف کا متحمل ہو سکتا ہو اور وقت بھی اسکے پاس کافی ہو تو اسکو چاہیئے کہ مشہد سے پھر طہران واپس جائے اور وہاں سے شیراز کے راستے سے ہندوستان آئے۔

دسمبر ۱۹۲۵ء

سید حسن عسکری

جدید لباس زن ترک

نظامی پریس لکھنو

کتاب ملنے کا پتہ:-

سید احمد حسین۔ بی۔ اے۔ آنرز۔ گولہ گنج لکھنؤ